النور

یو ۔ ایس ۔ اے

الصلٰوۃ نمبر

جنوری
2004

سلسلہ در سلسلہ

مسجدِ فضل ابتداء تھی ، اس کا رتبہ ہے جلی
سب سے پہلے شہر لندن میں یہی مسجد بنی

حق تعالیٰ سے ملا اس کو انوکھا اک فراز
سجدہ گاہِ اوّلیں یہ چار اماموں کی ہوئی

ہے جو تاریخِ بنائے مسجدِ بیت الفتوح
وہ بنائے بیتِ فضل انّیس اکتوبر ہی تھی

افتتاحی دن بھی دونوں مسجدوں کا ایک ہے
اس توارد پر ہیں شاداں مرد و زن بچے سبھی

ایک نسبت ہوگئی مسجدِ بشارت سے اسے
دو ائمہ کی دعا ہر دو میں شامل ہوگئی

ابتداء بیت الفتوح کی حضرتِ طاہر نے کی
حضرتِ مسرور کو تکمیل کی توفیق دی

دردمندانہ دعاؤں سے ہوا جب افتتاح
کس طرح اک شان سے تاریخ دوہرائی گئی

عظمتوں کے رازداں ہیں منزلوں کے یہ نشاں
رحمتِ باری کا جلوہ دم بدم ہر سو عیاں

سلسلہ در سلسلہ جاری رہے گا سلسلہ
مرحلہ در مرحلہ بڑھتا چلے گا کارواں

عطاء المجیب راشد
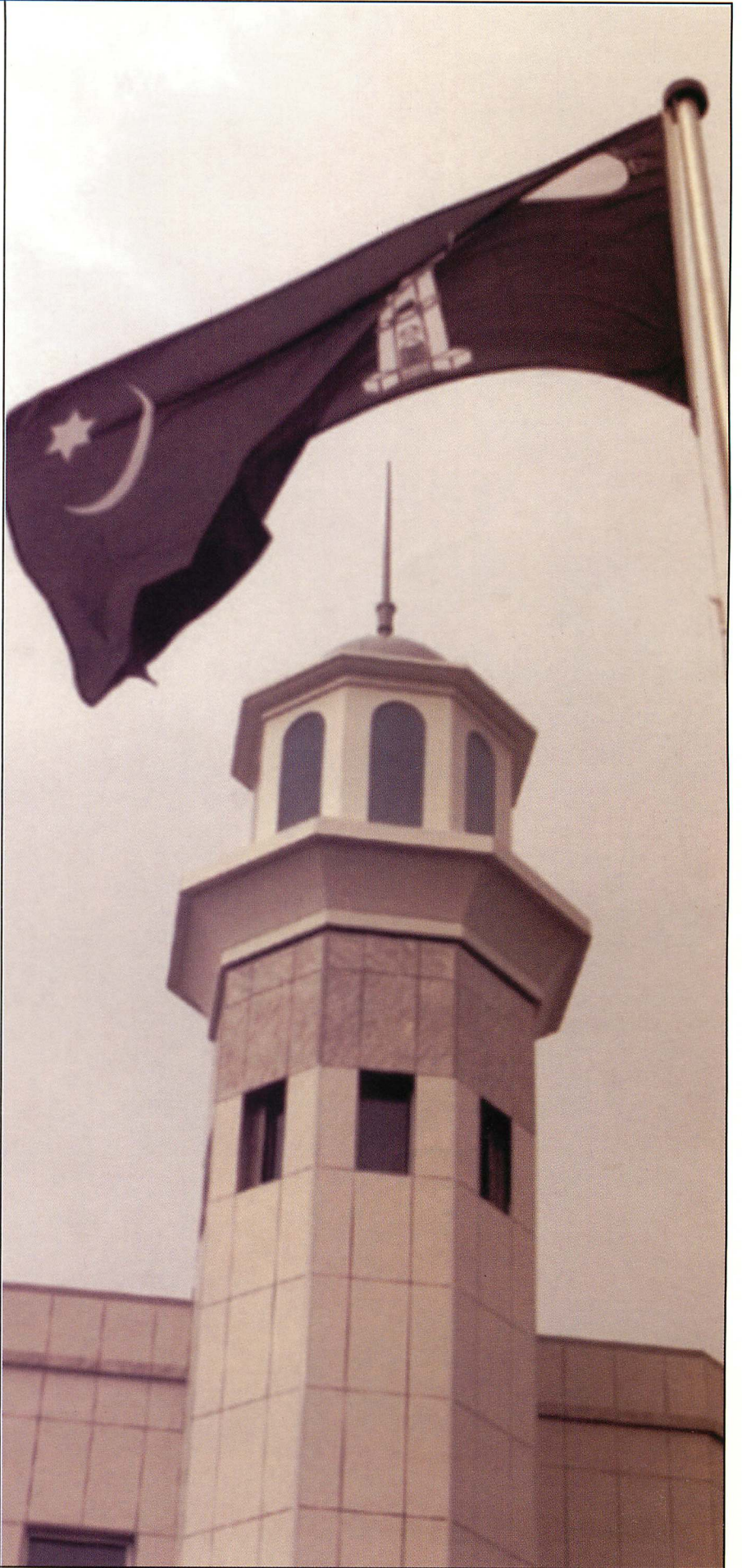
یُخْرِجُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (القرآن 65:12)

النـــور

جنوری 2004

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

نگرانِ اعلیٰ : ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ : ڈاکٹر نصیر احمد

مدیران : ناصر احمد جمیل
عمران حیّ

ادارتی مشیر : محمد ظفراللہ ہنجرا

معاونین : امجد ایم خان
منصورہ منہاس

پرنٹرز : فضلِ عمر پریس ایتھنز اوہائیو

لکھنے کا پتہ : Editors- Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرست

القرآن الحکیم

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ٥

(2:111)

ترجمہ:

اور نماز کو (مطابق شرائط) قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور (یاد رکھو کہ) جو نیکی بھی تم اپنی ذات کے لئے آگے بھیجو گے تم اُسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔ اللہ تمہارے اعمال کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ (2:278)

ترجمہ:

جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک اور مناسب حال عمل کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس یقیناً اُن کا اجر (محفوظ) ہے اور اُنہیں نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

نماز تذلل اور انکساری کا بلند مقام ہے

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا۔ اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات مانگنا۔ یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے۔ تو ایسا ہے۔ اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کر کے اس کی رحمت کو جنبش دلانا۔ پھر اس سے مدد مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے۔ اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو۔ کیونکہ اس کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔

اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت اسی کا خوف اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔ پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا۔ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 253-254)

نماز کا حق ادا کرنا چھوٹی بات نہیں

یہ مت خیال کرو کہ جو نماز کا حق تھا۔ ہم نے ادا کر لیا یا دعا جو حق تھا وہ ہم نے پورا کیا ہرگز نہیں۔ دعا اور نماز کے حق کا ادا کرنا چھوٹی بات نہیں۔ یہ تو ایک موت اپنے اوپر وارد کرنی ہے۔ نماز اس بات کا نام ہے کہ جب انسان اسے ادا کرتا ہو تو یہ محسوس کرے کہ اس جہان سے دوسرے جہان میں پہنچ گیا ہوں۔ بہت سے لوگ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگاتے ہیں اور اپنے آپ کو بری خیال کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے تو نماز بھی پڑھی اور دعا بھی کی ہے۔ مگر قبول نہیں ہوتی۔ یہ ان لوگوں کا اپنا قصور ہوتا ہے۔ نماز اور دعا جب تک انسان غفلت اور کسل سے خالی نہ ہو تو وہ قبولیت کے قابل نہیں ہوا کرتی۔ اگر انسان ایک ایسا کھانا کھائے جو کہ بظاہر تو میٹھا ہے۔ مگر اس کے اندر زہر ملی ہوئی ہے تو مٹھاس سے وہ زہر معلوم تو نہ ہو گا مگر پیشتر اس کے کہ مٹھاس اپنا اثر کرے۔ زہر پہلے ہی اثر کر کے کام تمام کر دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ غفلت سے بھری ہوئی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ کیونکہ غفلت اپنا اثر پہلے کر جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 319-318)

نماز دعا ہے

کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے مگر تم اس نعمت کو کیونکر پا سکو اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے۔ جہاں قرآن میں فرماتا ہے (۔) یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔ نماز کیا چیز ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو۔ کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں۔ جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے۔ باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو۔ تا کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔

(کشتی نوح)

تعلق باللہ کا سچا اور حقیقی ذریعہ نماز ہے

بے شک اصل اور سچ یونہی ہے۔ جب تک انسان کامل طور پر توحید پر کاربند نہیں ہوتا اس میں (دین) کی محبت اور عظمت قائم نہیں ہوتی ......

...... جب تک برے ارادے ناپاک گندے منصوبے بھسم نہ ہوں انانیت اور شیخی دور ہو کر نیستی اور فروتنی نہ آئے۔ خدا کا بندہ نہیں کہلا سکتا اور عبودیت کاملہ کے سکھانے کے لئے بہترین معلم اور افضل ترین ذریعہ نماز ہی ہے۔ میں پھر تمہیں بتلاتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق حقیقی ارتباط

قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کار بند ہو جاؤ اور ایسے کار بند بنو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔

نماز ایک گاڑی ہے

اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے خاص منزل پر پہنچنا ہے تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی۔ اتنی ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اس کا بعد اور دوری بھی لمبی۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر جلد تر پہنچ سکتا ہے۔ جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچے گا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 255)

دنیا کی جنت نماز ہے

''نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو.......... اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو.......... یہ دین کو درست کرتی ہے، اخلاق کو درست کرتی ہے دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں۔ اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی جنت ہے۔''

(ملفوظات جلد 6 ص 371)

''نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ، راست باز، ابدال، قطب گزرے ہیں۔ انہوں نے یہ مدارج اور مراتب کیونکر حاصل کئے۔ اسی نماز کے ذریعہ سے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قرة عینی فی الصلوٰة یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(ملفوظات جلد 8 ص 310)

(روزنامہ الفضل 19 نومبر 1998ء)

نماز کے پانچ اوقات اور ان کا فلسفہ

یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں۔ یہ کوئی تحکم اور جبر کے طور پر نہیں ہیں بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔ دلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے، لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوک ہے اب دلوک سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اس میں حکمت اور سِرّ کیا ہے۔ قانون قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔ پس یہ طبعی نماز بھی اس وقت سے شروع ہوتی ہے۔ جب حزن اور ھم و غم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اس وقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رقت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو جائے تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہوا۔ کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو۔ اس قسم کے تردد ات اور تفکرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہی حالت دلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نماز ظہر کے قائمقام ہے اور اس کی عکسی حالت نماز ظہر ہے۔

اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جبکہ وہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے فریق مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نماز عصر کا نمونہ ہے۔ کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔

جب حالت اور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قرارداد جرم لگ جاتی ہے تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے۔ کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔ یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔

پھر جب حکم سنایا گیا اور کنسٹیبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ روحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے۔ یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوئی اور ان مع العسر یسرا کی حالت وقت آ گیا۔ تو روحانی نماز فجر کا وقت آ گیا۔ اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 151-150)

(روزنامہ الفضل 19 اپریل 1999ء)

☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کی عبادت الٰہی

(مکرم نصر اللہ خان صاحب ناصر ایڈیٹر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

انسانی تخلیق کا مقصد

خالق کائنات نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسے احسن تقویم کے سانچے میں ڈھلنے کی صلاحیتیں بھی عطا کیں۔ اور اشرف المخلوقات کی اعلیٰ منزل اس کے لئے متعین کی۔ خدا تعالیٰ کی صفتِ خلق کے ظہور کے بعد خالقیت کا عمل جاری و ساری ہے۔ اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ وہ اپنی مخلوق سے تعلق باقی نہ رکھے۔ اور نہ یہ بات درست ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو قوانینِ فطرت کے سپرد کر دیا ہے۔ اور اس میں کوئی دخل نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اعلیٰ درجہ کی مخلوق یعنی انسان کی فطرت میں اپنی لقاء کا ایک عظیم جذبہ شوق بلکہ طوفان پیدا کر رکھا ہے۔ اور وہ خود صلائے عام دیتا ہے کہ کون ہے جو میری محبت کا متلاشی ہے اور میری لقاء چاہتا ہے۔ اس کی رحمانیت نے تو اپنی صفات اور شبیہہ کے رنگ میں اسے پیدا کیا۔ اور یہی تخلیقِ انسان کی علّتِ غائی قرار پائی۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کا حقیقی عبد بنے۔ فرمایا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن.

(الذّاریات: ۵۷)

کہ ہم نے جن و انس یعنی ہر خاص اور عام، بڑے اور چھوٹے انسان کو عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ یعنی اس لئے کہ ہماری صفات کے نقوش اپنے اندر پیدا کرے۔

عبادت کا حقیقی تصوّر

عبادت کا لفظ جس اَمر کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اس کی حقیقت اور حکمت بھی اس کے معنوں میں پائی جاتی ہے۔ لفظ عبادت عَبَــدَ سے ہے اس کے معنے ہیں۔

(1) طَاعَ لَهُ وَخَضَعَ وَذَلَّ وَخَدَمَهُ وَالْتَزَمَ شَرَائِعَ دِيْنِهِ وَوَحَدِهِ.

(اقرب الموارد)

یعنی عَبَدَ کے معنے ہیں اس کی اطاعت کی اور اس کے حکم کے سامنے سر جھکایا اور اس کی خدمت کی۔ اس کے دین کے احکام پر التزام سے عمل کرنے لگا اور اس کی یکتائی کا اقرار کیا۔

(2) عَبَـدَ کے ایک معنی کسی کے نقش واثر کو قبول کرنے کے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں طَرِيْقٌ مُعَبَّدٌ اَىْ مُذَلَّلٌ۔ یعنی ایسا راستہ جو کثرت آمد و رفت سے اس طرح ہو گیا ہو کہ پاؤں کے نقش قبول کرنے لگے۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ عبادت کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا ہے کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذلّ ہے اور عبودیتِ کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا علو اور بلندی اور عُجب نہ رہے۔ اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ رکھے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مورٌ مُعبّدٌ وَطَرِيْقٌ مُعبّدٌ جہاں راہ نہایت نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے اس راہ کو طَرِيْقٌ معبّدٌ کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے تصرّف اور تعلیم سے ان میں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلّیات کے گزر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا۔ اور اپنے تصرّف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی۔ پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے ان میں پیدا ہوئی عبد ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی رُوح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کوٹنے اور ہموار کرنے کے آلات سے اس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں۔"

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴۔۳۹۵ حاشیہ)

عبادت کے بیان کردہ مفہوم و معانی سے ظاہر ہے کہ اطاعت، خاکساری، خدمت اور معبود کی تجویز کردہ راہوں کی تمام شرائط کے ساتھ پابندی اور محبت کے لحاظ سے معبود و محبوب کی یکتائی کو تسلیم کرنا عبادت ہے۔

خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب عبادت خالصتاً لِوَجْهِ اللّٰهِ ہوگی تو اس میں لِلّٰہیت اور رضاء باری تعالیٰ مقصد و محور ہوگی۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کے اس حسین پہلو کا ذکر یوں فرماتے ہیں:-

"...... قُلْ اِنَّ صَلٰوتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن۔ یعنی لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میری یہ حالت ہے کہ اپنے وجود سے

بالکل کھو گیا ہوں۔ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہو گئی ہیں .... یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپؐ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپؐ کی موت محض خدا تعالیٰ کے لئے ہو گئی تھی۔ اور آپؐ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا۔ اور آپؐ کی رُوح خدا کے آستانے پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرّہ آمیزش نہیں رہی تھی.........."

(ریویو آف ریلیجنز جلد اوّل صفحہ ۱۷۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں سوز و گداز

بار بار کے ان افعال و اعمال سے اس عظیم محبّ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں آتشِ محبت بھڑکتی تھی اور دل میں سوز و گداز کی کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ کی نماز کے اس سوز و گداز کو یوں دیکھا گیا۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سے روایت ہے۔

"قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَاءِ.

(شمائل الترمذی)

فرمایا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ کے رونے سے آپؐ کے سینے سے ہنڈیا کے اُبلنے کی طرح آواز آ رہی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ کی باری میرے ہاں تھی۔ ایک تاریک رات حضورؐ نصف شب کے قریب اٹھے۔ میرے دل میں نسوانی کمزوری کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ دیکھوں حضورؐ کہاں جاتے ہیں۔ حضورؐ اُٹھے اور سیدھے قبرستان تشریف لے گئے۔ اور نوافل پڑھنا شروع کر دیئے۔ قیام اور رکوع کے بعد حضور سجدہ میں پڑ گئے۔ اس وقت آپؐ کا سینہ ہنڈیا کی طرح اُبل رہا تھا اور حضورؐ بار بار فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ سَجَدَتْ لَکَ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ.

اَللّٰھُمَّ سَجَدَتْ لَکَ رُوْحِیْ وَ جَنَانِیْ.

اے اللہ میری رُوح اور میرا جسم تیرے حضور سجدہ کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے لئے جو محبت تھی۔ اس کے لئے آپؐ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا۔ دل میں بے انتہا تڑپ تھی۔

آپؐ کی عبادتِ نماز۔ اور مقامِ عبدِ شکور

آپؐ تمام اعلیٰ کمالات و اوصافِ حسنہ کے جامع اور سرچشمہ تھے۔ مگر عبادات کو اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم احسان سمجھتے۔ خدا تعالیٰ کی نعماء اور فضلوں کا خیال آپؐ کے دل میں اس قدر موجزن تھا کہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جاتے اور راز و نیاز کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جاتا کہ عبادت کرتے کرتے آپؐ کے پاؤں سُوج جاتے۔ صحابہ عرض کرتے یا رسول اللہ اس قدر عبادت؟ آپؐ کے تو گناہ صاف ہو چکے ہیں۔ اس کا جواب آپؐ یہی دیتے کہ پھر مَیں خدا کا شکر نہ کروں۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بیان فرماتے ہیں۔

"کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَقُوْمَ لِیُصَلِّی حَتّٰی تَرِمَ قَدَمَاہُ اَوْ سَاقَاہُ فَیُقَالُ لَہٗ فَیَقُوْلُ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا."

(بخاری جلد ا کتاب التہجد)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپ کے قدم یا پنڈلیاں سُوج جاتیں۔ جب لوگ آپؐ سے کہتے (کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں) تو آپؐ جواب دیتے ہیں کہ کیا مَیں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر و حمد سے لبریز دل انعامات خداوندی کا وارث قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ. کہ اگر تم میرا شکر کرو گے تو مَیں اور بھی تمہیں اپنے انعاموں اور احسانوں سے نوازوں گا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آپؐ کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَ تَوَرَّمَتْ قَدَمَاکَ لِلّٰہِ قَائِمًا
وَ مِثْلُکَ رَجُلًا مَا سَمِعْنَا تَعَبُّدًا

(کرامات الصادقین صفحہ ۵۱)

ترجمہ: خدا کے حضور تیرے قدم متورّم ہو گئے اور عبادت کرنے میں تیرے جیسا آدمی ہمارے سُننے میں نہیں آیا۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ اسوۂ رسولؐ کے اس پہلو کو اس طرح فرماتے ہیں۔

"اللہ اللہ کیا عشق ہے۔ کیا محبت ہے کیا پیار ہے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ خون کا دوران نیچے کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور آپ کے پاؤں متورّم ہو جاتے ہیں۔ لیکن محبت اس طرف خیال ہی جانے نہیں دیتی۔ آس پاس کے لوگ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ اور آپؐ کے درد سے تکلیف محسوس کر کے آپؐ کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آپؐ یہ کیا کرتے ہیں اور کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ اور اس قدر دُکھ اٹھاتے ہیں...... مگر وہ دُکھ جو لوگوں کو بے چین کر دیتا ہے اور جس سے دیکھنے والے متاثر ہو جاتے ہیں۔ آپؐ پر کچھ اثر نہیں کرتا...... اور انہیں جواب دیتے ہیں کہ کیا

مَیں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ وہ مجھ پر اس قدر احسان کرتا ہے اس قدر فضل کرتا ہے اس شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے پھر کیا اس کے حُسنِ سلوک کے بدلہ میں اس کے نام کا وِرد نہ کروں؟ اس کی بندگی میں کوتاہی شروع کردوں۔

کیا اخلاص سے بھرا ہوا اور کیسی شکر گزاری کرنے والا یہ جواب ہے اور کس طرح آپؐ کے قلبِ مطہر کے جذبات کو کھول کر پیش کر دیتا ہے۔ خدا کی یاد، اس کے ذکر کی یہ تڑپ اور کسی کے دل میں ہے۔ کیا کوئی اور اس کا نمونہ پیش کرسکتا ہے؟''

(سیرت النبی صفحہ 54-55)

آپؐ کی عبادات میں محویت اور عشق کا رنگ

ع کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادتِ نماز میں محبت وعشق کے جذبات کا کوئی وقتی محرک نہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہر لحہ خواہ کیسے حالات ہوں خوشی ہو یا غم، اس جذبۂ محبت کا اظہار ہمیشہ ہوتا۔ اسی میں آپؐ کے دل کا سُرور تھا۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں آپ کا دل پگھلا جاتا تھا۔ اور اس کا اظہار اگر دن کے مختلف اوقات میں عبادتِ نماز کی صورت میں ہوتا تو رات کی تنہائیوں میں بھی آپؐ اپنے رحیم وکریم رب کے حضور گریہ زاری فرماتے اور آپؐ کی سجدہ گاہ تر رہتی۔ چنانچہ ان کیفیاتِ عبادت سے عشق ومحبت کے سوتے پھوٹتے تھے جو ہر خاص و عام کے مشاہدہ میں آتی رہیں۔

نماز باجماعت کی کیفیت

آپؐ نے سب سے زیادہ اہمیت نماز باجماعت کو دی۔ اس کا ثواب اکیلے نماز ادا کرنے سے ۲۵ یا ۲۷ گناہ زیادہ قرار دیا۔ آپؐ نے معمولی عذر کو قبول نہ فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم جیسے نابینا رفیق کو جس کا راستہ خار دار نا قابلِ گزر گھاٹیوں والا تھا اسے بھی فرمایا کہ تمہیں اذان کی آواز پہنچتی ہے تو تم بھی ضرور نماز باجماعت میں شریک ہو۔ عورتوں اور بچوں کا بھی نماز باجماعت میں شریک ہونا آپؐ کے ان تاکیدی ارشادات کا نتیجہ تھا۔ بچے کی تکلیف اور بے صبری پر نماز باجماعت کو مختصر فرما دیا مگر یہ کبھی نہ فرمایا کہ بچوں کو نماز باجماعت میں نہ لایا جائے۔ بلکہ سات سال کے بچے کو اپنے ساتھ لانے کی ترغیب دی اور دس سال کے بچے کو تاکیداً نماز باجماعت میں شامل کرنے کا حکم فرمایا۔

یہی وہ عبادت ہے جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قُرّۃ عینی فِی الصَّلٰوۃِ

کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ کتنے خوبصورت ہیں کہ اپنے ربّ کریم کی عبادت کے منظر کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ایسا سُرور پاتیں جیسے خنکی یا ٹھنڈا پانی آنکھوں کے لئے راحت بخش ثابت ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت نماز باجماعت کا منظر قرۃ العین ثابت ہوتا جس میں آپؐ قومی وحدت اتحاد اور باہمی محبت ومساوات کا نظارہ دیکھتے اور محسوس کرتے تھے۔ اس ماں کی طرح جس کے بچے اس کی آغوش میں یک جان ہو کر مامون ومحفوظ ہوتے ہیں۔ پس یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اس نماز کا نتیجہ تھی جو باجماعت اَدا کی جاتی۔ آپؐ نے فرمایا۔

''عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِی اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً.

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔ پھر آپؐ نے جب نماز باجماعت پڑھی جارہی ہو تو کوئی اور نماز ادا کرنے کو ناجائز قرار دیا تاکہ ملّی وحدت ومحبت میں کوئی رخنہ اندازی نہ ہو اور نہ کوئی غلط سوچ فتنہ پروری کا موجب بنے۔ فرمایا

''عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلاَ صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ.''

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ......)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نماز (باجماعت) کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

ایک خوبصورت مثال

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار نماز باجماعت کی ایک خوبصورت مثال یوں دی ہے۔ فرمایا:

''عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم : مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کَمَثَلِ نَھْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰی بَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ''

(مُسلم کتاب الصلوٰۃ باب المشی الی الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے پانی سے بھری ہوئی نہر چل رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے یعنی جیسے اس شخص کے بدن پر مَیل نہیں رہ سکتی اسی طرح پانچ نمازیں پڑھنے والے کی رُوح پر گناہ کی آلائش نہیں رہ سکتی۔

اس مثال کو ایک اور شکل میں بھی آپ نے بیان فرمایا:۔

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَأَیْتُمْ لَوْاَنَّ نَھَرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْئٌ. قَالُوْا: لَایَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ: قَالَ: فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ یَمْحُوا اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا.

(بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ الخمس کفارۃ للخطاء)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی دروازے کے پاس سے نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی مَیل رہ جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی مَیل نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف فرماتا ہے۔ اور کمزوریاں دُور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی سے مرتعش صدائیں سُننے اور حُسن نیت سے عبادت کی تیاری اور وحدت و اتحادِ ملّت کے قیام اور دلوں سے محبت و مروّت کے جذبات لئے جب اللہ کے گھر کی طرف قدم اٹھتے ہیں تو بلاشبہ وہ ایسی پاک رُوح رکھنے والے ہوتے ہیں جس میں گناہ و خطا کی گرد ڈھل چکی ہوتی ہے پس یہ ہے وہ منظر نماز باجماعت کا جو ہمارے مقدس آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "قُرَّۃُ الْعَیْن" ثابت ہوا۔

یہاں نماز باجماعت یا نوعیت نماز اور نوافل نماز وغیرہ کے احکام و آداب کے بیان کا موقعہ نہیں۔ اصل مقصود تو اس عبادت سے ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نمونہ میں پائی جاتی ہے۔ جس سے آپ کی عبادت میں محویت و محبت کا رنگ نظر آتا ہے۔ سو اس غرض کے لئے اس احسن عبادت کا ذکر ضروری ہے۔

حُسنِ عبادت کیلئے تحریک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری صفائی، وضو اور مسواک کو بڑی اہمیت دی ہے۔ آپؐ نے وضو کا تفصیلاً ذکر فرمایا۔ اور اطمینان سے اعضاء کو تین تین بار دھونے کے بعد مزید فرمایا۔

"مَنْ تَوَضَّاءَ نَحْوَوُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَایُحْدِثُ فِیْھِمَا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ"

(بخاری کتاب الوضوء ثلٰثا ثلٰثا)

ترجمہ: جس نے اس طرح سے وضو کیا جس طرح مَیں نے کیا ہے پھر وساوس سے محفوظ رہ کر خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے گھر کے ساتھ دل معلّق رکھنے یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنے کو (جب اس کی استطاعت ہو۔ ناقل) آپؐ نے رباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قرار دیا۔ جہاں سے شیطان کا حملہ پسپا ہو جاتا ہے۔ فرمایا:

کَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَ اِنْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ"

(مسلم کتاب الطہارت)

ترجمہ: مسجد میں دُور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا یہ بھی ایک قسم کا رباط یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنے کی طرح ہے (آپؐ نے یہ بات دو بار دہرائی)

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن عبادت کا بھی کیا عجیب رنگ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَاءَۃَ بِالْحَمْدِ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَکَانَ اِذَا رَکَعَ لَمْ یَرْفَعْ رَاْسَہٗ وَلَمْ یُصَوِّبْہُ وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ وَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ لَمْ یَسْجُدْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ قَآئِمًا. وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ لَمْ یَسْجُدْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ جَالِسًا وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّۃَ وَکَانَ یَفْرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَنْصُبُ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی وَکَانَ یَنْھٰی عَنْ عَقْبِ الشَّیْطٰنِ وَکَانَ یَنْھٰی اَنْ یَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَیْہِ افْتِرَاشَ الْکَلْبِ وَکَانَ یَخْتِمُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّسْلِیْمِ.

(مسند احمد)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہہ کر نماز شروع کرتے۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھتے۔ جب رکوع کرتے تو نہ سَر کو اوپر اٹھا کر رکھتے نہ جھکاتے بلکہ پیٹھ کے برابر اور ہموار رکھتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو سیدھے کھڑے ہو کر پھر سجدہ میں جاتے اور جب سجدہ سے سَر اٹھاتے تو پوری طرح بیٹھنے کے بعد دوسرا سجدہ کرتے اور ہر دو رکعتوں کے بعد تشہد کے لئے بیٹھتے۔ اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور بایاں پاؤں بچھا دیتے۔ اور اس طرح بیٹھ کر تشہد پڑھتے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے یعنی ایڑیوں پر بیٹھنے سے منع فرماتے اور سجدہ میں بازو بچھانے سے منع فرماتے۔ جس طرح کہ کُتا اپنے بازو کو بچھا کر بیٹھا ہے۔ آخر میں آپؐ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ کہہ کر نماز ختم کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نہایت سنوار سنوار کر اطمینان سے نماز کے ارکان ادا کرتے۔ پھر عبادت میں اس قدر چوکس ہوتے کہ کہیں تساہل اور سُستی کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ جس سے وہ اپنے رب کریم کے حضور قیام و قعود اور رکوع و سجود میں التجاؤں کو اس طور پر پیش کرتے کہ دنیوی خیالات اس کی مناجات پر حاوی نہ ہو جائیں۔

رحمتوں کی موجب نماز

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان عبادت کو احسن طریق پر ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ کی محبت ورحمت کا باعث قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص نماز کی نیت سے مسجد میں آئے تو ایسا شخص کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ فرمایا۔

"مَا کَانَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُہٗ وَالْمَلَائِکَۃُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مَجْلِسِہِ الَّذِی صَلّٰی فِیْہِ یَقُوْلُوْنَ : اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ . اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ مَالَمْ یُؤْذِفِیْہِ. مَالَمْ یُحْدِثْ فِیْہِ.

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

ترجمہ:۔ جب تک وہ نماز کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے۔ نماز میں ہی مصروف سمجھا جاتا ہے۔ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اس کو بخش دے، اس کی توبہ قبول کر۔ یہ دعائیں اس کے لئے اس وقت تک ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اور بے وضو نہیں ہوتا۔

اللہ اللہ یہ کیا حسن عبادت ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادتِ نماز میں کیا محبت کا رنگ ہے۔ کس طرح قدم قدم پر اپنے رب کریم کی طرف نگاہ اُٹھتی ہے۔ اور اس کی رحمتوں کے مورد بننے کے لئے کیسے آداب اور سلیقے سکھائے ہیں۔ پھر آپؐ کی دعائیں ہیں اور ان دعاؤں میں عاشقانہ رنگ ہے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس کیفیت کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
ہر کہ جوید وصلش از صدق و صفا
رہ دہندش سُوئے آں ربُّ السماء
تانبا شد عشق و سَودا وَ جنوں
جلوہ ننماید نگارِ بے چگوں

(سراج منیر)

جو بھی صدق وصفا کے ساتھ اس کا وصل چاہتا ہے اس کے لئے آسمانوں کا خدا وصل کا راستہ کھول دیتا ہے۔ جب تک عشق اور سودا اور جنون نہ ہو تب تک وہ بے مثال معشوق اپنا جلوہ نہیں دکھاتا۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے یہ اشعار محبوبِ حقیقی کے وصل اور محبت کا انحصار صدق وصفا اور عشق وجنوں پر قرار دیتے ہیں۔ اور یہ وہ رنگ ہے جو محبوبِ ازلی کی عبادت اور اس کے ذکر محویت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی کا ذکر گذشتہ مضامین میں کیا گیا ہے کہ ہمارے آقا ومولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادتِ نماز میں یہ رنگ کس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس میں کتنا تذلّل، عجز وانکسار پایا جاتا تھا۔ یہ وہ محبت تھی جو عبادت کی حقیقی روح اور بنیاد ہے اور اسے مسکنِ محبت کا ستون بتایا گیا ہے۔ اور اس بناء پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ .... اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ."

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ نماز دین کا ستون ہے۔ دین جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستے متعین کرتا ہے۔ وہ سب سے بہترین اور افضل راستہ نماز کا دکھاتا ہے۔ جس سے انتہا درجہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود.......... فرماتے ہیں۔

"عبادت کیا ہے۔ جب انتہا درجہ کی محبت کرتا ہے۔ جب انتہا درجہ کی امید ہو۔ انتہا درجہ کا خوف ہو۔ یہ سب عبادت میں داخل ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 477)

انسان کی فطرت میں عبادت رکھی گئی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنا مقصود ومطلوب بناتا ہے تو اس میں انتہائی محبت کا رنگ لازماً ہوگا۔ اور وہ "عبداللہ" کہلائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبودیت کی ایک کامل تصویر جو نماز کے رنگ میں پیش کی ہے۔ ادب، عجز، انکسار، وارفتگی، خود سپردگی اور جانفشانی یہ محبت وجنوں اور سوز وعشق کی مکمل تصویر خود آپؐ کے اندر پائی جاتی تھی۔ آپؐ نے اسی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور کا موجب بھی قرار دیا۔ اور اپنی رُوح کی غذا بھی۔

نوافل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبت الٰہی کے ارفع مقام پر تھے۔ پنجوقتہ نماز پر یا نماز باجماعت سے علاوہ نوافل اور تہجد کی عبادات کا بھی غیر معمولی شغف تھا۔ آپؐ نے اپنے گھر میں اور بے آباد مقامات کی تنہائیوں میں بھی عبادت کی۔ حرا کی تاریک راتیں اور اجاڑ جنگلوں اور بیابانوں میں بھی اپنے خدا کو یاد کیا۔ فرض نمازوں کے علاوہ آپ نے نوافل عبادت کا ذکر یوں فرمایا:۔

"عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا اَیُّھَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوۃِ صَلَاۃُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ."

(بخاری کتاب الاعتصام)

حضرت زید بن ثابتؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو وہ گھر میں پڑھتا ہے۔ سوائے فرض نماز کے۔

اس طرح حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کو بھی ذکر ومحبت الٰہی سے خالی نہیں رہنے

دیا۔اور محبت کے حصول کو مقدم رکھتے ہوئے فرمایا:

"اَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ."

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

یعنی میری اُمت کے جس شخص پر جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے۔

یہاں پر نہایت واضح فرمادیا کہ عبادت گاہ یا قیام و حضر کے تکلّف میں پڑے بغیر جہاں بھی ....اور تنہائی نصیب ہو وہیں تضرّع اور ابتہال سے یادِ الٰہی میں مصروف ہوجائے۔ پھر نوافل اور سُنت کی رکعت ادا کرنے کے لئے مزید فرمایا:

"اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلَاتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا."

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

یعنی تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ چنانچہ ذکرِ الٰہی سے آباد گھر اپنے پورے ماحول کو محبت الٰہی کی خوشبو سے معطّر رکھنے کی ہدایت فرمادی۔ تاکہ گھروں میں برکتوں کا نزول ہو اور وہ خدا تعالیٰ کی تجلّیات کے ظہور کی آماجگاہ بنیں۔ کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہوگا۔ وہاں منفی تحریکات کی نحوست نہیں آسکے گی۔ یہ وہ برکاتِ محبت تھیں جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرجۂ اتم حاصل ہوئیں۔

تہجد

نوافل کا ہی ایک رنگ تہجد کی نماز ہے۔ جو آدھی رات کو سو کر جاگنے کے بعد اپنے محبوب کے سامنے ایک اور حاضری ہے اور یہ حضورِ قلب کی اعلیٰ درجہ کی کیفیت ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ رات کے تیسرے پہر اللہ تعالیٰ جو بڑی شان والا ہے۔ سماء دنیا پر آتا ہے اور پکارتا ہے۔فرمایا۔

"مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ یَسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَہٗ"

(بخاری کتاب التوحید)

کون مجھے پکارتا ہے کہ مَیں اس کا جواب دوں کون مجھ سے مانگتا ہے کہ مَیں اسے عطا کروں۔ کون مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے کہ مَیں اسے بخش دوں۔

گویا یہ وہ محبت و پیار حاصل کرنے کے سلیقے ہیں۔ جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اسوہ ہے اور آپؐ کے وجودِ رحمت نے بنی نوع انسان کے لئے بھی یہی راہیں پسند کیں اور یہی افضل و اقرب، راہِ محبت ہے۔

ع کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں

تہجد کے اثرات۔۔۔اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تہجد کے غیر معمولی اثرات و تغیرات کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ (اور آپ کا پاکیزہ اسوہ بھی قرآن کریم کے مطابق ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً."

(المزمّل:7)

رات کا اٹھنا نفس کو پیروں کے نیچے مسلنے میں سب سے کامیاب نسخہ ہے۔ اور رات کے جاگنے سے سچ کی بھی عادت پڑجاتی ہے۔ یعنی عبادت کی وجہ سے اس کی رُوحانیت کامل ہوجاتی ہے اور وہ صداقت سے وابستہ ہوتا ہے اور خلافِ فطرت صحیحہ جھوٹ سے گریز اختیار کرتا ہے۔

پھر ان روحانی تغیرات کے لئے تہجد کے آپ اوّلین مخاطب ہیں۔ فرمایا۔

"وَمِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا."

(بنی اسرائیل:80)

اور رات کو بھی اس (قرآن) کے ذریعہ سے کچھ سو لینے کے بعد شب بیداری کیا کر۔ یعنی نماز تہجد ادا کر۔ جو تجھ پر زائد انعام ہے۔ اس طرح یہ متوقع ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود پر کھڑا کردے۔

سورہ مزمّل میں آپؐ کی شبِ بیداری کی عبادت کے ذکر میں فرمایا:

"اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ." (المزمل:21)

تیرا رب جانتا ہے کہ تُو دو تہائی رات سے کچھ کم نماز کے لئے کھڑا رہتا ہے اور کبھی کبھی نصف کے برابر اور کبھی ایک تہائی کے برابر۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ کی نماز تہجد بعض اوقات اتنی لمبی ہوتی تھی کہ نوجوان بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے نہ ہوسکتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ صَلَّیْتُ لَیْلَۃً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَزَلْ قَائِمًا حَتّٰی ھَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِیْلَ لَہٗ وَمَا ھَمَمْتَ قَالَ ھَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَ اَدَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ تو آپؐ نے اتنی دیر قیام کیا کہ مَیں نے ایک ایسی بات کا ارادہ کیا جو بُری تھی (اچھی نہ تھی) دریافت کیا گیا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا۔ جواب دیا کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ مَیں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے کھڑا رہنے دوں۔ اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت میں طویل قیام اور انہماک کا مبارک اسوہ نظر آتا ہے۔

شب بیداری میں استقلال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں

کبھی بھی کوئی لمحہ ایسا نہ آیا کہ آپؐ کے حُسنِ عبادت میں کوئی فرق آیا ہو۔ ہمیشہ ایک ہی طرزِ عمل رہا۔ جو قربِ الٰہی پانے کے لئے مستقل طریق تھا۔ عبادت کے مختلف طریق رہے۔ کہ نہ معلوم وہ محبوب حقیقی کس ذریعہ سے محبت وقرب کا اعلیٰ مقام دے دے۔ آپ کی عبادات کے اس تسلسل اور استقامت پر حضرت عائشہؓ کے دل میں سوال پیدا ہوا۔ آپ فرماتی ہیں:۔

"فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ یَا عَائشة اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَایَنَامُ قَلْبِیْ.

(بخاری کتاب التہجد)

مَیں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ (جبکہ آپ مسلسل عبادات میں مصروف رہتے ہیں) آپؐ وتر اَدا کرنے سے پہلے سوتے بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا وہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے (یعنی مصروف عبادت رہتا ہے)

پس آپؐ کی ایک ہی یاد تھی۔ جس کے لئے دل دھڑکتا رہتا۔ اور وہ محبت الٰہی کی یاد تھی۔

پس آخرِ شب ہو یا دن اور رات کا کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت عدیم المثال تھی۔ جس راہ اور جس ذریعہ سے بھی ربّ کریم کی محبت مل جائے۔ اسی مبارک راہ کو اختیار کیا۔

عبادتِ نماز کی آخری اور انتہائی ارفع منزل

ع صادقاں رائے شناسد چشمِ یار

صدق وصفا اور عاشقانہ رنگ میں محض محبت الٰہی کے لئے عبادت یقیناً وصل محبوب حقیقی کا موجب بن جاتی ہے۔ عجز وانکسار اور اپنے وجود کی نفی سے عبداللہ بالآخر فنافی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اور خالق کے درمیان کوئی دوئی اور غیریت باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس عبدِ مکرم میں اس طور سے منعکس ہو جاتی ہیں۔ جس طرح لوہا آگ میں گرم ہو کر آگ کا رنگ اور روشنی پالیتا ہے۔ اور آگ کی تمام تر صفات اس میں آجاتی ہیں۔ اگرچہ لوہا اپنی ذات میں آتش نہیں ہوتا۔ مگر وہ اپنی کیفیت اور خواص کے اعتبار سے آتش بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک کامل اور حقیقی عبادت کرنے والا فنافی اللہ کا مقام پا کر اپنا وجود کھو دیتا ہے۔

محبت کا انتہائی مقام

ہمارے آقا ومولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کامل عجز وانکسار اور زُہد وعبادت کے باعث وہ بلند ترین مقام نصیب ہوا۔ جس کا ذکر آپؐ نے عمومیت کے رنگ میں ایک عبدِ کامل کے لئے یوں بیان فرمایا ہے کہ تہجد کے نوافل سے ایک سالک راہِ محبت کو کتنا ارفع مقامِ قرب حاصل ہوتا ہے۔ ایک روایت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَالَ: مَنْ عَادٰلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَاوَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَاوَ اِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ."

(بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے دوست سے دشمنی کی مَیں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ جتنا میرا قرب اس چیز سے جو مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کر دی ہے حاصل کر سکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نوافل کے ذریعہ سے میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مَیں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ اور جب مَیں اس کو اپنی محبت کا مورد بنا لیتا ہوں۔ تو مَیں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ چلتا ہے یعنی مَیں ہی اس کا کارساز ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو مَیں اس کو دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو مَیں اسے پناہ دیتا ہوں۔

اس حدیث قدسی میں درج ذیل امور واضح ہیں۔

اوّل: خدا تعالیٰ کے دوست کے ساتھ دشمنی اور عداوت اس ذاتِ باری کے خلاف جنگ کے مترادف ہے کیونکہ وہ اس کے دوست سے دشمنی اور مخالفت نہیں کر رہا ہوگا۔ بلکہ وہ اللہ کے خلاف جنگ کرتا اور دشمنی رکھتا ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ دوستی اور محبت اس کی پسندیدہ عبادت نوافل کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔

سوم: ان نوافل کے ذریعہ جب بندہ اپنے محبوب حقیقی کے سامنے نہایت عجز وانکسار، فروتنی اور تواضع کے ساتھ رکوع و سجود کرتا ہوا دنیا و مافیہا سے الگ ہو جاتا ہے اور محض اسی کا ہو جاتا ہے تو اس عبدِ حقیقی کی تمام حرکات و سکنات اور افعال اس کے نہیں رہتے اس محبوب حقیقی کے ہو جاتے ہیں۔ وہ اسی کی قوتوں سے سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔ گویا تمام اعمال اسی سے صادر ہوتے ہیں۔

چہارم: اس قرب کی انتہا یہاں تک ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا کارساز اور وکیل بن جاتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔

پنجم: وہ عبدِ کامل جب اس سے مانگتا ہے تو وہ اس کو دیتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اللہ تعالیٰ کی کفالت میں آجاتا ہے۔

ششم: دنیوی طاقتیں عبدِ کامل کی مخالف ہوتی ہیں۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا ہے اور کوئی اسے

گز نہیں پہنچا سکتا۔

محبت کا یہ اعلیٰ مقام اس عبدِ کامل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔قرآن نے آپ کا یہ مقامِ محبت وعظمت یوں بیان کیا:

”وَمَارَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی“

(سورہ انفال آیت ۱۸)

یعنی یہ کنکروں کی مٹھی تُو نے نہیں پھینکی تھی بلکہ تیرے خدا نے پھینکی تھی۔

نیز فرمایا:

”اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ“

(سورۃ فتح آیت ۱۱)

یقیناً جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اُوپر ہے۔

نماز کے بعد کی ایک اہم دعا

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ. لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَامَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ.“

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر دیتے تو یہ ذکر کرتے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔وہی بادشاہ ہے۔وہ حمد و ثنا کا مستحق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔اے میرے اللہ جو تُو دے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تُو روکے اُسے کوئی دے نہیں سکتا۔کسی مالدار اور طاقتور کو اس کا مال اور اس کی طاقت تجھ سے نہیں بچا سکیں گے۔اور نہ ہی کوئی فائدہ دے سکیں گے۔

☆☆☆☆☆

تصحیح اغلاط

ماہنامہ النور کے خصوصی شمارہ ستمبر 2003 میں کتابت کی چند اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے جن کا درست کیا جانا ضروری ہے۔

1۔سرورق پر شائع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین اشعار میں سے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ یوں پڑھا جائے:

ربط ہے جانِ محمد سے میری جاں کو مُدام

2۔درس حدیث ماخوذ از چالیس جواہر پارے میں چند تواریخ کے ہندسوں کی ترتیب اُلٹی چھپ گئی ہے۔صحیح تواریخ درج ذیل ہیں:

صفحہ نمبر 10 کالم نمبر 3 کی سطر نمبر 14 اور 15 میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کو بالترتیب 560ھ اور 638ھ پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 10 کالم نمبر 3 کی سطر نمبر 24 میں حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی تاریخ وفات کو 876ھ پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 10 کالم 3 کی سطر نمبر 28 پر دیے گئے حوالہ میں صفحہ نمبر 24 پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 11 سطر نمبر 2 میں دی گئی تاریخ وفات کو 103ھ پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 11 سطر نمبر 7 میں دیے گئے حوالہ میں مکتوب نمبر 271 پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 11 سطر نمبر 14 میں دی گئی تاریخ ولادت اور وفات کو بالترتیب 1114ھ اور 1176ھ پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 11 کالم نمبر 1 کی سطر نمبر 21 پر دیے گئے حوالہ کو تفہیم نمبر 53 پڑھا جائے۔

صفحہ نمبر 11 کالم نمبر 1 کی سطر نمبر 27 اور 28 پر دی گئی تاریخ ولادت اور وفات کو بالترتیب 1248ھ اور 1297ھ پڑھا جائے۔

صفحہ 11 کالم نمبر 3 سطر نمبر 1 پر دیے گئے حوالہ کو نمبر 3، نمبر 28 پڑھا جائے۔

3۔صفحہ نمبر 37 پر دئے گے اقوال زریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری سطر پر لفظ ''غذب'' کے درست ہجے ''غضب'' کر لئے جائیں۔

شکریہ

نماز میں ایسی لذت پیدا کرنا ضروری ہے یا نماز سے ایسا تعلق باندھنا ضروری ہے کہ دیگر تعلقات اس کے مقابل پر ہیچ ہو جائیں

قیام نماز اور حفاظت نماز کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبات سے اقتباسات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 7 مئی 1993ء بیت الفضل لندن مطبوعہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ ستمبر 1993 سے اقتباسات:

"آج مجلس انصاراللہ یو۔ایس۔اے۔ کی طرف سے یہ درخواست ملی ہے کہ کل سے یعنی ہفتہ کے روز سے ہمارا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اور ساتھ ہی مجلس شوریٰ بھی ہو گی۔ اس موقعہ پر ہمارے لئے خصوصی پیغام دیں۔ پہلا خصوصی پیغام تو یہی ہے کہ اللہ مبارک فرمائے اور کثرت کے ساتھ انصار کو اس میں شمولیت کی اور اس اجتماع سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ اجتماع میں شمولیت سے ایک رونق سی پیدا ہو جاتی ہے۔ دلوں میں ولولے سے اٹھتے ہیں اور انسان دو تین دن کے عرصہ میں ہی وقتاً فوقتاً بلکہ ساتھ بہ ساتھ ایمان میں ترقی کرتا ہوا محسوس کرتا ہے اور اجتماع کے دوران دلوں کی جو کیفیت ہوتی ہے اگر وہ سارا سال رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرے گی۔ پس میری نصیحت یہی ہے کہ ان کیفیات کی حفاظت کیا کریں۔ یہ مقدس امانتیں ہیں جو آپ کو جماعتی اجتماعات کے موقعہ پر عطا ہوتی ہیں خواہ وہ جلسہ سالانہ ہو یا دیگر ذیلی تنظیموں کی تقریبات ہوں۔ سب احمدیوں کا یہ تجربہ ہے کہ دلوں میں غیر معمولی طور پر ایک تموج پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ جماعت کے قریب پاتا ہے اور نیکیوں کے قریب پاتا ہے تو ان کی حفاظت کے لئے اس تموج کی حفاظت ضروری ہے۔ بعض نیکیاں ایسی ہیں جو انسان کو سنبھال لیتی ہیں اور حفاظت کرتی ہیں۔ بعض نیکیاں ایسی ہیں جن کی حفاظت کرنی پڑتی ہے تب وہ حفاظت کرتی ہیں۔ ایسی نیکیوں میں سے قرآن کریم نے نماز کی مثال دی ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ حافظو علی الصلوٰۃ تم نماز کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ تم نماز کی حفاظت کرو اور نماز تمہاری حفاظت کر رہی ہو۔ پس بہت سی ایسی نیکیاں ہیں جو حفاظت چاہتی ہیں اور مسلسل حفاظت چاہتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں آپ کو ان کی طرف سے بھی مسلسل حفاظت ملے گی اور اس کا آخری تعلق دل کے جذبہ سے ہے اور ولولہ سے ہے۔ اگر ولولہ جھاگ کی طرح اٹھے اور جھاگ کی طرح بیٹھ جائے۔ دو تین دن کے اندر سمٹ کے وہیں جولانی دکھائے اور وہیں ختم ہو جائے تو ایسے ولولہ سے مستقل فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ پس میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر ایسے اجتماع کے وقت ہر فرد کو جو حصہ لے رہا اس کو کچھ نہ کچھ فیصلے کرنے چاہئیں اور ان فیصلوں کی حفاظت کرنی چاہئے ہر اجتماع کے موقعہ پر ہر شخص اگر یہ سوچے کہ میں نے جو لذت پائی تھی اسے ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے کیا طریق ہے تو ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان نمازوں میں باقاعدہ ہو جائے۔

اجتماع کا نماز کے ساتھ جو یہ تعلق ہے اس پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اجتماع اللہ کی خاطر نہیں اور جو سرور آپ حاصل کر رہے ہیں وہ خدا کی خاطر نہیں تو اس اجتماع کا ولولہ ایک جھوٹا ولولہ ہے۔ اس کو زندہ رکھنے کی ضرورت بھی کوئی نہیں۔ ایسے اجتماع کا ولولہ تو ہر میلے پر پیدا ہوتا ہے بلکہ بعض میلوں پر جانے والے جانتے ہیں کہ ان کو دینی اجتماعات کے مقابل پر میلوں میں شامل ہونے کا بہت زیادہ مزا آ رہا ہے۔ پس سب سے پہلی میری نصیحت یہ ہے کہ اپنے اس ولولے کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ آپ کو خدا کے قرب کی وجہ سے لذت آئی تھی۔ نیکیوں کے قریب ہونے کے نتیجہ میں لذت ملی تھی یا محض اس لئے کہ ایک ہنگامہ تھا۔ ایک رونق تھی۔ اچھی نظمیں پڑھی گئیں۔ اچھی تقریریں ہوئیں اور ایک ذہنی لطف اٹھا کر آپ اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ اگر قرب الٰہی کا احساس ہے۔ اگر یہ احساس ہے کہ نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر دن رات نیکی کی باتیں کر کے بہت مزا آیا ہے تو پھر لازماً اس جذبہ کی حفاظت ہونی چاہئے اور یہ حفاظت نماز کر سکتی ہے اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نماز میں روزانہ پانچ دفعہ آپ کو بار بار ان ولولوں کا اعادہ کرنا ہوتا ہے۔ پانچ مرتبہ خدا کے حضور حاضر ہونا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو استوار کرنا ہوتا ہے۔ ان تعلقات کو دن بدن بہتر بناتے چلے جانا ہے۔ اگر ایسا ہو نمازیں زندہ رہتی ہیں۔ ایک معنی

حفاظت کا یہ بھی ہے کیونکہ حفاظت کا شعور اور توجہ سے گہرا تعلق ہے غفلت اگر ہو تو حفاظت نہیں رہتی۔ میرا زندگی بھر کا یہ تجربہ ہے کہ نمازوں میں اگر ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو نمازوں سے انسان پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ پانچ وقت کی نماز جہاں ایک نعمت ہے وہاں ایک پہلو سے اس میں ایک خطرہ بھی مضمر ہے۔ جو چیز بار بار اسی طرح ویسے ہی جذبات کے ساتھ کی جائے گی اس سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اس سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے اس سے نیند آنے لگتی ہے اور انسان کوشش کرتا ہے کہ رسمی طور پر اس چیز سے گزر جاؤں اور پھر اپنے دلچسپ مشاغل کی طرف لوٹوں۔ یہ جو انسانی کیفیت ہے یہ اس بات کی مظہر ہے اور قطعی شہادت دے رہی ہے کہ آپ نے نماز کی حفاظت نہیں کی کیونکہ آپ نماز سے غافل ہو رہے ہیں اور جب آپ نماز سے غافل ہو رہے ہوں تو حفاظت ہو ہی نہیں سکتی۔ حفاظت کا مضمون ہمہ بیداری کا مضمون ہے۔ حفاظت کا مضمون بتاتا ہے کہ اپنی نماز میں ایسا تنوع پیدا کرتے چلے جائیں کہ اس میں ایک تازگی پیدا ہو۔ ایک لذت پیدا ہو۔ نماز سے ایک نیا تعارف حاصل ہو اور وہ جاگا ہوا شعور نماز کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پھر نماز آپ کی حفاظت کرتی ہے۔ اجتماع کے موقعہ پر خواہ وہ کیسا ہی اجتماع ہو جماعت کا کہہ لیں یا ذیلی تنظیموں کا، انسان کو ان باتوں پر غور کرنے اور ان تجارب کے نتیجہ میں کچھ مستقل فیصلے کرنے کا ایک موقعہ ضرور مل جاتا ہے۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ یونائیٹڈ سٹیٹس میں جو اجتماع ہو رہا ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ اس ریزولیوشن کی ضرورت ہے۔ یہ عہد باندھنے کی ضرورت ہے کہ ہم روزمرہ خدا کے قریب ہونے کی کوشش کریں گے کیونکہ خدا کے قریب ہونے کی کوشش تو ہر جگہ ضروری ہے لیکن بعض جگہ یہ زندگی اور موت کا بہت زیادہ مسئلہ بن جاتی ہے۔ ایسے غریب معاشرے جہاں خدا سے بدکانے اور دور ہٹانے کے سامان کم ہیں وہاں غفلت کے نتیجہ میں فوری ہلاکت واقع نہیں ہوا کرتی۔ غفلت کی حالت میں آپ رہ بھی سکتے ہیں کیونکہ اتنے لٹیرے نہیں ہیں۔ اتنے ڈاکو نہیں ہیں۔ اس لئے خطرات کم ہیں لیکن یونائیٹڈ سٹیس مغربی تہذیب کی سب سے بلند و بالا چوٹی ہے اور مغربی تہذیب میں مذہب کو نکال کر جو بدیاں پائی جاتی ہیں وہ تمام خدا سے دوری کی بدیاں ہیں۔ ان بدیوں کی پہچان یہ ہے کہ انسان خدا سے جتنا دور ہوا اتنا ہی مادیت میں لذت پاتا ہے اور خدا کے قرب سے گھبراتا ہے۔ جتنا وہ اپنی لذت گاہوں کے قریب جاتا ہے خدا کے تصور سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور ان لذتوں کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں پھر خدا کا قرب تکلیف دینے لگتا ہے۔ بعض باتیں رفتہ رفتہ ہو رہی ہوتی ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ ہم سرکتے سرکتے کہاں جا پہنچے ہیں اور آگے ہمارا رخ کس طرف ہے۔ میں نے پہلے ایک دفعہ مثال دی تھی کہ اپنے بچوں پر نظر رکھ کر دیکھیں کہ ٹیلی ویژن پر وہ پروگرام دیکھ رہے ہوں اور ان کے کان میں آواز پڑے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز پڑھو تو پھر ان کے چہرے پر جو رد عمل ہے اس کا مطالعہ کر کے دیکھیں۔ بعض ایسے ردعمل ہوں گے کہ جو پڑھ کر والدین کے ہوش اڑ جانے چاہئیں کیونکہ وہ ان کی قطعی ہلاکت کی خبر دے رہے ہوں گے۔ وہ وہاں سے ایسی بیزاری سے اٹھیں گے کہ کیا عذاب، کیا مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ ہم جب کوئی پروگرام دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آواز پڑ جاتی ہے کہ اٹھو جی نماز پڑھو۔ یہ کرو تو وہ کرو۔ یہ ردعمل بعض دفعہ دبا ہوا صرف اداؤں سے معلوم ہوتا ہے بعض دفعہ لفظوں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور ایسے بچے انتظار کرتے ہیں کہ جب بھی ماں باپ کے دائرہ اثر سے باہر جائیں تو پھر اپنی مرضی کے رستے تلاش کریں، اپنی مرضی کی دلچسپیوں میں حصہ لیں اور یہ جو ہلاکت ہے یہ سب سے زیادہ مغرب میں ہماری نسلوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی ہے اور یہ وہ ہلاکت ہے جو سب سے زیادہ امریکہ میں پل رہی ہے اور وہاں سے پھر باقی ممالک کو ایکسپورٹ ہوتی ہے۔ نئی دنیا نے تعیش کے جتنے ذرائع ایجاد کئے ہیں ان کی پیداوار کی سب سے بڑی منڈی امریکہ ہے۔ اس منڈی سے یہ مال ہول سیل خرید کر پھر غیر ممالک کو، دساور کو بھیجا جاتا ہے۔

میں نے یہ بات جو چند لفظوں میں بیان کی ہے اس پر آپ غور کر کے دیکھیں تو تمام تفاصیل میں یہ بات درست نکلے گی۔ پس امریکہ جیسے ملک میں رہتے ہوئے جب آپ اجتماعات منعقد کرتے ہیں، انصار کے ہوں یا لجنہ کے یا کسی اور کے تو دیکھنا یہ ہے کہ ان اجتماعات سے آپ کو باقی رہنے والا کیا فائدہ حاصل ہوا۔ تمام دوسری تقریریں جو مختلف موضوعات پر ہیں وہ اچھی ہوں گی لیکن سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ امریکہ میں رہتے ہوئے اخلاقی قدروں کو جو خطرات درپیش ہیں۔ ہماری آئندہ نسلوں کو جو خطرات درپیش ہیں ان کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہوئے سب سے زیادہ زیر بحث لایا جائے اور اس کے متعلق ذرائع اختیار کئے جائیں۔ تدبیریں سوچی جائیں۔ ان پر دائماً عمل کرنے کے منصوبے بنائے جائیں اور پھر وقتاً فوقتاً جائزہ لینے کا انتظام بنایا اور نافذ کیا جائے۔ یہ سارے انتظامات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں ان کا خلاصہ وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ قرب الٰہی کی کوشش کی جائے اور نمازوں کو قائم کیا جائے اور نمازوں کو قائم کرنے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا نماز میں ایسی لذت پیدا کرنا ضروری ہے یا نماز سے ایسا تعلق باندھنا ضروری ہے کہ دیگر تعلقات اس کے مقابل پر ہیچ ہو جائیں۔ یہ اعلیٰ مقصد جب تک حاصل نہیں ہوتا نماز محفوظ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی نمازیں محفوظ نہیں

ہیں۔اور یہ اعلیٰ مقصد حاصل کرنے میں بڑی جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے اس ضمن میں جو خطرات مغرب کی دنیا میں ہیں وہ مشرقی دنیا سے بہت ہی زیادہ بھیانک ہیں کیونکہ دوطرح کے فتنے یہاں بے دھڑک گھر گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور ہر گھر میں وہ کھل کھیل رہے ہیں اور کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے۔''

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ ستمبر 1993

جرمنی میں رہنے والوں کے بچوں کی حفاظت عبادت کے قیام سے ہی ممکن ہے

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ۔ الرابع رحمہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ۔ 11 ستمبر 1992ء بمقام ناصر باغ جرمنی مطبوعہ روزنامہ الفضل 7 مارچ 1993 سے قیام نماز کے بارہ میں اقتباسات:

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سب سے اہم بات عبادات کا قیام

''سب سے اہم بات جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔وہ نمازوں میں سستی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک نمازوں کی طرف کماحقہ توجہ نہیں شروع کی حالانکہ عبادات کے متعلق میں نے لمبے عرصہ تک مسلسل خطبات دیئے۔اور جماعت کو ہر پہلو سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جب تک جماعت عبادت پر قائم نہیں ہو جاتی نہ احمدیت کسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ اس کے دنیا میں غلبہ پانے کے کوئی معنی ہیں۔ کیونکہ (۔) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (۔) میں نے عبادت کی غرض کے سوا کسی اور غرض سے انسان کو پیدا نہیں کیا۔انسان کو اور جن کو پیدا کیا ہے تو عبادت کی غرض سے کیا ہے۔پس اگر انسان کی پیدائش کی غرض ہی پوری نہ ہو تو باقی ساری باتیں تو ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اسی جماعت سے تعلق ہے اور اسی سے رہے گا جو اس کی عبادت کا حق ادا کرتی ہے اور جب تک وہ یہ حق ادا کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کے فضل اور اس کی نصرتیں ایسی جماعت کے شامل حال رہیں گی۔

اگر چہ یہ درست ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ قیام عبادت کے لحاظ سے تمام دنیا کی دوسری مذہبی جماعتوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔صرف عبادت کے ظاہر ہی کو نہیں پکڑتی بلکہ اس کی روح سے بھی فائدے کی کوشش کرتی ہے۔جماعت کی بھاری اکثریت ایسی ہے جس نے رفتہ رفتہ عبادت کے مضمون کو سمجھ لیا ہے۔اور مسلسل کوشش کر رہی ہے کہ محض ظاہری طور پر کھڑے ہونا اور رکوع کرنا اور کھڑے ہونا اور سجدے میں گرنا عبادت نہ رہے بلکہ روح بھی ساتھ خدا کے حضور قیام پکڑے۔ روح بھی رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع میں جائے اور پھر کھڑے ہونے والے کے ساتھ خدا کے حضور ایستادہ کھڑی ہو جائے اور پھر جھکنے والے کے ساتھ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جائے۔

یہ جسم اور روح کی وہ اکٹھی عبادت ہے جو حقیقت میں انسان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا کرتی ہے۔وہ لوگ جو محض کھڑے ہونے اور جھکنے اور سجدہ کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں یا ہونٹوں سے بعض لفظوں کو ادا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں ان کی ساری زندگی بھی عبادت میں صرف ہو جائے تو ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔صرف اتنا ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سوچتے ہوئے مریں گے کہ ہم نے خدا کی خاطر اس کے حکم کی پابندی کی ہے مگر اس حکم سے کیا فائدہ پہنچنا تھا۔اس سے ان کو کوئی غرض نہیں۔اسی لئے میں نے جماعت احمدیہ کو بار بار یہ سمجھایا کہ نماز کیا ہوتی ہے۔ کس طرح پڑھنی چاہئے۔کیا کیا ضروریات ہیں جن کو پورا کئے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔اور نماز کے دوران کیسی جدوجہد کی ضرورت ہے۔جو زندگی بھر انسان کے ساتھ رہتی ہے تاکہ نماز پڑھنے والا پہلے سے بڑھ کر نماز سے فائدہ اٹھانے کی استطاعت مسلسل حاصل کرتا چلا جائے۔اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ دنیا میں بہت سے نمازی ہیں۔ایسے (۔) بھی ہیں جو نماز کی ظاہری پابندی میں جماعت احمدیہ کو بھی شرماتے ہیں۔ لیکن وہ ایک ظاہری خول سا ہے جس کے اندر کوئی زندہ روح دکھائی نہیں دیتی۔(۔) جو بڑی بھاری تعداد میں، بہت بڑی اکثریت میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔مگر اٹھنا بیٹھنا نماز کا نام ہے۔روح کے اندر کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جو ان کے اخلاق پر اثر انداز ہو۔دیکھنے والا یہ محسوس کر سکے کہ یہ خدا والے لوگ ہیں۔ان کے اندر بنی نوع انسان کی ہمدردی پیدا ہو۔اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق بڑھتا چلا جائے۔

یہ علامتیں جو زندہ عبادت کی علامتیں ہیں یہ ان میں دکھائی نہیں دیتیں۔پس اس پہلو سے جب میں کہتا کہ جماعت احمدیہ عبادت کے لحاظ سے دنیا میں بے مثل ہے تو محض ایک زبانی دعویٰ نہیں بلکہ حالات پر نظر ڈالتے ہوئے حقیقت کے طور پر یہ بات بیان کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی اس طرف بھی نظر جاتی ہے اور یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جماعت میں نوجوانوں کا ایک ایسا طبقہ ہے جو نمازوں سے غافل ہے۔جس نے ظاہر کی نماز ادا نہیں کی۔اس کی باطن کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر چہ ایسے نماز نہ پڑھنے والے بعض دوسری باتوں میں دین سے محبت کی علامات رکھتے ہیں۔مالی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں۔جانی اور وقت کی قربانی بھی پیش کر

دیتے ہیں۔لیکن جب نمازوں کا وقت آتا ہے تو ان سے غافل ہو جاتے ہیں۔گھروں میں بھی نمازوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔باجماعت نماز کے لئے جب مواقع میسر آتے ہیں تو سستی اور غفلت کی حالت میں نماز میں شامل ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو ایک بہت بڑی غلطی قرار دیا ہے۔بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔فرماتا ہے:ایسے نماز پڑھنے والے جن کا دل نماز میں نہ ہو۔جو سنجیدگی کے ساتھ نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اس کے آداب بجا نہیں لاتے۔غفلت کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔اور غفلت ہی کی حالت میں سلام پھیر کر چلے جاتے ہیں۔فرمایا: ان کی حالت یہ ہے کہ (۔) نہ وہ اس طرف کے لوگ ہیں نہ وہ اس طرف کے لوگ ہیں نہ دین کے رہے نہ دنیا کے رہے۔جس طرح ایک شاعر نے کہا ہے ؎

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

تو ایسی باتوں کا کیا فائدہ جو دنیا والوں سے بھی انسان کو توڑ دیں۔اور خدا سے بھی تعلق قائم نہ کرا سکیں۔پس عبادت کی طرف توجہ کرنا زندگی کا اہم ترین فریضہ ہے۔عبادت کے قیام ہی کی خاطر حقیقت میں دنیا میں مذاہب آئے اور تمام مذاہب کی ریڑھ کی ہڈی عبادت رہی ہے اور تمام مذاہب کی سب سے پہلی اور سب سے اہم تعلیم عبادت ہی تھی۔چنانچہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔(۔) کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں آیا جسے نے یہ ہدایت نہ کی ہو کہ عبادت پر قائم ہو جاؤ۔اللہ کی عبادت کرو (۔) دین کو خدا کی خاطر خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو (۔) اللہ کی طرف جھکتے ہوئے ایسی حالت میں جھکتے ہوئے کہ جب گرو خدا کی طرف گرو۔تو جب دنیا کے ہر مذہب کو عبادت ہی کے قیام کی خاطر پیدا کیا گیا تو احمدیت اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں رکھتی نہ رکھ سکتی ہے۔عبادت پر اگر انسان قائم ہو جائے یا جماعتیں قائم ہو جائیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ظاہر کو بھی سنجیدگی سے اس کے تمام لوازمات کے ساتھ ادا کریں اور باطن میں بھی ، اپنے نفس میں بار بار ڈوب کر ہمیشہ اس بات کی تلاش میں رہیں کہ عبادت کے نتیجہ میں ان کی روح میں کوئی تبدیلی ہو رہی ہے کہ نہیں۔اللہ تعالیٰ کی یاد واقعۃً دل پر اثر انداز ہو رہی ہے کہ نہیں۔دل پر تموج کی کوئی کیفیت آتی ہے کہ نہیں۔اگر وہ اس طرح نمازیں ادا کریں تو یقیناً یہ نمازیں نہ صرف خود کھڑی ہوں گی بلکہ پڑھنے والے کو بھی مستحکم کر دیں گی اور اس کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کر دیں گی۔جو لوگ اس طرح نماز نہیں پڑھتے ان کو نماز میں لطف نہیں آتا۔اور لطف نہ آنے کے نتیجہ میں وہ نماز سے اور بھی زیادہ غافل ہوتے چلے جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ مفت کی ایک بیگار سی ہے۔باقی باتوں میں ہم ٹھیک ٹھاک ہیں۔چندہ بھی دے دیتے ہیں۔وقار عمل بھی کر لیتے ہیں۔جماعت کے فنکشنز پر، تقریبات پر بھی چلے جاتے ہیں کہ چلو کوئی بات نہیں۔نماز نہ سہی۔یہ بالکل جھوٹا تصور ہے۔بالکل باطل ، بے حقیقت۔اگر نماز نہیں تو باقی کسی چیز کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔کیونکہ نماز خدا سے تعلق قائم کرتی ہے۔اور جس کا خدا سے تعلق نہیں اس کا چندے دینا بھی بے معنی ہے اس کا وقار عمل بھی بے معنی ہے۔اس کی ساری باتیں سرسری اور ایک ظاہری حیثیت اختیار کرتی ہیں۔ان میں کوئی جان اور زندگی نہیں ہوتی کیونکہ وہ خدا کو پسند نہیں آتیں۔

عبادت سے خدا سے تعلق قائم ہونا چاہئے

عبادت کے قیام کے سلسلہ میں بہت سی باتیں میں پہلے بیان کر چکا ہوں ، جن کو دوہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ عبادت کرنے والا اگر ہمیشہ اپنے نفس میں اس بات کی تلاش کرتا رہے کہ نماز کے دوران میرا خدا تعالیٰ سے براہ راست کچھ تعلق قائم ہوا یا نہیں کوئی رابطہ بنا یا نہیں بنا اور اس تعلق اور رابطے کے نتیجہ میں میرے دل میں کوئی تحریک پیدا ہوئی ہے۔کوئی تموج پیدا ہوا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ جب آپ کسی محبوب سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں یا دنیا کے لحاظ سے کسی بڑے آدمی سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں خواہ وہ محبوب ہو یا نہ ہو تو جانے سے پہلے ہی خیالات عموماً ایسی ملاقات کے خیال میں گم رہتے ہیں۔اور خیالات کئی قسم کی باتیں سوچتے ہیں۔یعنی ذہن کئی قسم کی باتوں کو سوچتا ہے اور خیالات ان باتوں میں گم ہوتے ہیں کہ ہم یہ بھی کہیں گے اور وہ بھی کہیں گے۔اگر شکایت ہے تو یہ شکایت کریں گے۔اگر کوئی طلب ہے تو فلاں بات طلب کریں گے اور جب ملاقات شروع ہوتی ہے تو بعض دفعہ ملاقات کا اپنا لطف ان کے مزاج پر، ان کے دماغ، ان کے دل پر اس حد تک غالب آ جاتا ہے کہ وہ ساری سوچی ہوئی باتیں ان کہی رہ جاتی ہیں اور انسان بغیر کہے ہی اٹھ کر آ جاتا ہے۔لیکن یہ کیفیت اس لئے ہے کہ انسان کے ذہن پر اس ملاقات کے کرنے کا خاص اثر ہوا کرتا ہے یعنی ملاقات سے پہلے ہی وہ اثر اس کے ذہن اور دل پر قبضہ جما لیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان وہ باتیں بھی نہیں کہہ سکتا جو اس نے کہنی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا تصور اگر صحیح ہو تو انسان کے دل و دماغ پر اتنی قوت کے ساتھ قبضہ جمائے گا کہ اس کی کوئی اور مثال دنیا میں دکھائی نہیں دے گی اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو اگر عارف باللہ کے حالات پر غور کیا جائے تو عارف باللہ کے آئینے سے دکھائی دے سکتی ہے۔روزمرہ کی زندگی میں عام انسان اس حقیقت کا

تصور بھی نہیں کرسکتا۔(۔) یہ ایک ایسی چیز نہیں ہے جو صرف بیان کرنے سے آ جائے۔ یہ دل کے ایک اندرونی تجربے کا نام ہے اور دل کا یہ اندرونی تجربہ حاصل کرنے کے لئے محنت کرنی پڑے گی اور صحیح طریق پر، صحیح رخ پر قدم اٹھانے پڑیں گے۔ اسی لئے میں کوشش کرتا ہوں کہ جیسے بچے کو ہاتھ پکڑ کر چلایا جاتا ہے اسی طرح جماعت کو بار بار ہاتھ پکڑ پکڑ کر چند قدم چلا کر دکھاؤں کہ اس طرف نماز کا رخ ہے۔ حقیقی نماز یہاں نصیب ہوتی ہے اور اس طرح ادا کی جاتی ہے۔ پس وہ لوگ جو نمازوں میں سست ہیں بہت بڑے محروم ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں ضائع کر دیں اور آئندہ کے لئے بھی ان کو کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

اللہ کی ذات سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے بارے میں ذیلی تنظیموں کو ہدایت

جماعت جرمنی کو اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اور تمام ذیلی تنظیموں کو بھی اس بات پر مستعد ہو جانا چاہئے کہ ان کا کوئی ممبر بھی بے نمازی نہ رہے۔ اور جہاں تک افراد کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے یہ بات رکھی ہے کہ نماز کے وقت آپ اگر صرف یہ کوشش کرلیں کہ نماز میں کوئی ایک حالت آپ کو ایسی نصیب ہو جائے کہ خدا تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے آپ کے دل میں ایک تموج پیدا ہو۔ ایک تحریک پیدا ہو جیسے کسی پیارے سے جب آپ ملتے ہیں تو اس کی بعض باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ ان ملاقاتوں کے بعض لمحات دل پر ایسے نقش ہو جاتے ہیں کہ انسان ہمیشہ ان کی سوچوں سے ہی لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ نماز میں بھی کچھ اسی قسم کی کیفیات پیدا ہونی ضروری ہیں۔ وہی نمازیں زندہ ہیں جو دل میں حرکت پیدا کر دیں۔ جو ایک ایسا تموج پیدا کر دیں جس کی لہریں دیر تک باقی رہیں اور آپ کے دل و دماغ میں ان کی نغمگی گونجتی رہے۔ ان کا ترنم آپ کو لطف پہنچاتا رہے۔ یہ جو نغمگی اور ترنم ہیں یہ تموج ہی کے دوسرے نام ہیں۔ تموج کا مطلب ہے لہریں پیدا ہونا لیکن اگر لہریں خاص سلیقے سے پیدا ہوں۔ ان کے اندر آپ کی ایک اہم آہنگی پائی جائے۔ نظم و ضبط پایا جائے تو اسی کا نام موسیقی ہے۔ آپ نے اچھے گانے والے سنے ہیں۔ برے گانے والے بھی سنے ہیں۔ شاید آپ کو کبھی یہ علم نہ ہوسکا ہو کہ بعض آوازیں آپ کو کیوں پسند آتی ہیں اور بعض آوازیں کیوں پسند نہیں آتیں۔ وجہ یہ ہے کہ جن آوازوں کو آپ پسند نہیں کرتے ان کے اندر کوئی اندرونی ہم آہنگی ایک لہر چھوٹی سی اٹھی ہے۔ دوسری بڑی اٹھی، تیسری درمیان میں کہیں چلی گئی۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مزاج نہیں ملتے ورنہ اچھے پڑھنے والوں کی آوازوں میں بھی چھوٹی لہریں بھی ہوتی ہیں۔ بڑی لہریں بھی ہوتی ہیں۔ درمیانی لہریں بھی ہوتی ہیں لیکن ان کے آپس کے رابطوں میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مزاج ملتے ہیں۔ جب آوازوں کے مزاج ملیں تو وہ لطف پیدا کر دیتی ہیں۔ اسی طرح جب انسان کے انسان سے مزاج مل جائیں تو لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ بھی ایک قسم کی میوزک ہے ایک ایسا آدمی جو آپ کو پسند نہ ہو اس کے ساتھ بیٹھنا سوہان روح ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ عذاب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جتنی دیر آپ اس کی مجلس میں بیٹھتے ہیں مصیبت پڑی ہوتی ہے۔ وہ بھی دراصل ایسا ہی ہے جیسے ایک بری آواز والے کی بیٹھے آواز سن رہے ہیں۔ بری آواز والے کی آواز کے اندر اندرونی ہم آہنگی نہیں ہوتی۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ نے میوزک کا جو ایک تصور ثبت کر رکھا ہے یعنی نغمگی ایسی چیز نہیں ہے جو محض باہر سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی دل میں نغمگی کا ایک تصور ثبت کیا ہے اور اس تصور کے ساتھ جب بیرونی نغمگی یا گانا ہم آہنگ ہو جاتے ہیں تو انسان کو اتنا لطف محسوس ہوتا ہے کہ اس لطف میں بعض دفعہ وہ (وجدان کی حالت Ecstasy) میں چلا جاتا ہے۔ ایسی کیفیات میں چلا جاتا ہے جسے لوگ جذب کی حالت کہتے ہیں اور ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ تفصیل کے ساتھ یہ مثال میں آپ کو اس لئے دے رہا ہوں کہ نماز میں بھی خدا کی ذات کے ساتھ ایسی ہی ہم آہنگی ہونی ضروری ہے۔ تب نماز میں نغمہ پیدا ہوگا۔ اور جب نغمے کی وہ لہریں پیدا ہوں گی تو وہ پھر ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اپنے پیاروں کے ساتھ ملنے میں وہ نغمہ پیدا ہوتا ہے اور وہی آپ کے لطف کا موجب بنتا ہے ورنہ دو آدمی پاس پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور اس سے زیادہ اگر اور کچھ بھی نہ ہو کہ وہ محض جو ہم مزاج نہیں ہے وہ بھی خاموش ایک طرف بیٹھا ہو اور آپ بھی ایک طرف بیٹھیں رہیں تو پھر بھی آپ کے اندر ایک مغائرت پیدا ہوگی۔ ایک تنافر پیدا ہوگا۔ گھبراہٹ ہوگی کہ کب یہ مصیبت گلے سے اترے، کب یہاں سے اٹھ کر جائے تو میں تنہائی کا لطف محسوس کروں۔ لیکن ایک پیارا شخص بھی اسی طرح اسی فاصلے پر بیٹھا ہو۔ اسی طرح خاموش بیٹھا ہو تو آپ کا دل نہیں چاہے گا کہ وہ اٹھ کر جائے۔ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ دونوں کو اس زور کے ساتھ باندھا ہے۔ وہ آپ دونوں کے نفوس کی ہم آہنگی ہے۔ یہ ایک قسم کی میوزک ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت فرمائی ہوئی ہے۔ اور بغیر آواز کے بھی اس کا لطف محسوس ہوتا ہے تو نماز کو زندہ کرنے کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم آہنگی پیدا کریں۔ اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے نماز کے محض چند لمحات کافی نہیں ہوں گے۔ اپنی زندگی کے روزمرہ کے حالات میں یہ ہم آہنگی پیدا کی جاتی ہے۔ بار بار خدا کی طرف تصور اچھل اچھل کر دوڑے اور ہر بات پر کچھ نہ کچھ خدا کا

خیال دل میں پیدا ہونا شروع ہو جائے۔ کھانا کھاتے ہوئے جب آپ اچھی چیز کھاتے ہیں تو کبھی یہ سوچ لیں کہ یہ مزا کیا ہے۔ یہ خوشبو کیا ہے۔ بھوک کیوں لگتی ہے۔ بھوک کے نتیجہ میں جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو کیسا مزا پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے کیسے باریک در باریک نظام انسان کو لطف پہنچانے کے لئے پیدا فرمائے ہوئے ہیں۔ بچوں سے میری بات ہو رہی تھی تو میں نے ان سے کہا تم یہ تو سوچو کہ اگر اللہ چاہتا تو گائے بھینسوں کی طرح گھاس اور پتوں پر بھی تمہارا گذارا ہو سکتا تھا۔ جس نے گائے، بھینس مویشیوں کے معدے ایسے بنا دیئے ہیں کہ وہ پتے کھا کر بھی گزارا کر لیتے ہیں۔ مگر تمام حیوانی دنیا میں انسان کے سوا کوئی جانور ایسا نہیں جس کی لذت کے اتنے مختلف سامان خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہوں۔ خوشبو میں بھی مزا رکھ دیا۔ لمس میں بھی مزا رکھ دیا۔ سردی گرمی میں بھی مزا رکھ دیا۔ اور پھر کئی قسم کے مزے بھی ان کے ساتھ آویزاں کر دیئے اور نظر کی کیفیت میں بھی مزا پیدا کیا۔ چنانچہ بعض [قومیں] ایسی ہیں جن کو کھانے کا لطف ہی نہیں آتا۔ جب تک خوب سجا ہوا نہ ہو۔ ان کے ہاں نظر کی لذت زبان کی لذت سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ جاپان میں جن کو جانے کا موقعہ ملے یا جنہوں نے کبھی جاپان کی کوئی فلم دیکھی ہو وہ ضرور محسوس کریں گے کہ ساری دنیا کی قوموں میں سب سے زیادہ سجاوٹ کے ساتھ جاپانی کھانا پیش کرتے ہیں اور کھانے بعض ایسے خوبصورت سجا کر طاقوں میں لگائے ہوتے ہیں۔ یا شیشے کی الماریوں میں کھانے کی دکانوں پر سجائے ہوتے ہیں کہ آدمی سمجھتا ہے کہ بہت ہی مزیدار چیز ہو گی مگر ہمارا ذوق چونکہ مختلف ہے اس لئے جب ہم کھاتے ہیں تو دو لقمے بھی نہیں کھائے جاتے لیکن ان کے ہاں نظر کو اہمیت ہے۔ بعض قوموں میں خوشبو کو اہمیت ہے۔ بعض قوموں میں زبان کی تیزی کو اہمیت ہے۔ زبان میں تیزی پیدا ہو۔ جیسا کہ مرچ مصالحے کھانے والے زبان کی تیزی کا مزا چکھتے ہیں۔ بعض کو اصل چیز کی خوشبو میں مزا ملتا ہے۔ کوئی تیزی یا کوئی چیز زائد کر دی جائے تو ان کا مزا کھویا جاتا ہے۔ لیکن یہ ساری چیزیں سوائے انسان کے کسی کو نصیب نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے کیسے کیسے سامان فرمائے ہیں۔ نماز میں مزے سے پہلے روزمرہ کی زندگی میں تو خدا سے تعلق قائم کر لیں اور اتنے بے شمار مواقع ہیں۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات سوتے وقت تک اگر انسان خدا کا شعور زندہ رکھے۔ تو سینکڑوں ہزاروں مواقع اس کو لقائے باری تعالیٰ کے میسر آ سکتے ہیں۔ توجہ دوسری طرف بھی ہو تو خدا کے پیار کی کچھ نہ کچھ جھلکیاں اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں دکھائی دیں گی۔ ایسے شخص کی نماز پھر زندہ ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔ جب وہ نماز میں خدا کو رب العالمین کہتا ہے تو اپنے روزہ مرہ کے تجارب میں سے کچھ باتیں یاد آ جاتی ہیں۔ جبکہ اس نے خدا کی ربوبیت سے لطف اٹھایا تھا۔ اس نے خدا کی ربوبیت کے نظارے اپنے گھر میں دیکھے، اپنے بچوں میں دیکھے، اپنے ماحول میں دیکھے، اس ملک میں دیکھے جس ملک میں وہ بس گیا ہے۔ پھر اس کی رحمانیت کے نظارے، اس کی رحیمیت کے نظارے، اس کے مالک ہونے کے نظارے، یہ سارے روزمرہ کی زندگی میں ایسے تجارب ہیں کہ ایک دن بھی ان سے خالی نہیں اور جو شخص باشعور ہو جائے اس کا کوئی لمحہ ان تجربوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ باشعور ہونے میں اور اس سفر کے ابتدائی قدم اٹھانے میں بڑے فاصلے ہیں۔ لامتناہی فاصلے ہیں (۔)۔

ہم لقائے باری تعالیٰ جو کہتے ہیں یہ دراصل ملاقات ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ لقاء نصیب ہو جائے حالانکہ وہ آدمی جو ہر روز لقاء کی دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔ نماز بھی پڑھ رہا ہوتا ہے تو لقاء سے مراد وہ لقاء ہے جو زندہ ملاقات سے مشابہت رکھتی ہے۔ جب آپ کسی سے ملنے جاتے ہیں تو پوری توجہ کے ساتھ، ہوش و حواس کے ساتھ مل رہے ہوتے ہیں اور اس ملاقات کے نتیجہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کچھ لذتیں پیدا ہوتی ہیں جو زندگی کی یادوں کا سرمایہ بن جاتی ہیں تو نماز میں بھی ایسی ہی لقاء نصیب ہو تو پھر وہ نماز زندہ ہوتی ہے اور جس کی نماز میں یہ جھلکیاں ملنی شروع ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ نمازوں پر قائم ہو جایا کرتا ہے۔

نماز نہ پڑھنے والا ابدی کی طرف بے روک بڑھتا جاتا ہے

پس بہت سے احمدی نوجوان اور بہت سے اگر نہیں تو اتنی تعداد ضرور ہے۔ جو ہمارے لئے شدید تکلیف کا موجب ہے، ایسے بھی یہاں موجود ہیں جو نمازوں سے غافل ہیں۔ نماز سے غافل ہونے سے مراد نماز سے اسے پڑھتے ہوئے غافل ہونا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز پڑھتے ہی نہیں۔ اتنی غفلت کی حالت ہے کہ پرواہ ہی کوئی نہیں رہی۔ ایسے لوگوں کے متعلق بعض دفعہ ان کی بیویاں مجھے لکھتی ہیں، بعض دفعہ مائیں لکھتی ہیں، بعض دفعہ بہنیں لکھتی ہیں، بعض دفعہ بچے بھی لکھتے ہیں۔ کہ دعا کریں ہمارے ابو کو نماز کی عادت نہیں۔ بعض بیویاں لکھتی ہیں ویسے تو بہت اچھے ہیں مگر میں ہر وقت کڑھتی رہتی ہوں کہ میرے میاں کو نماز سے کوئی شغف نہیں، سمجھاتی ہوں تو جھڑک دیتے ہیں کہ تم ان باتوں کو چھوڑ دو۔ میں جانتا ہوں۔ میری مرضی ہے۔ میرا خدا سے تعلق ہے۔ مطلب ہے کہ میرا خدا سے کوئی تعلق نہیں لیکن کہتے یہی ہیں کہ میرا خدا سے تعلق ہے اور میں جانتا ہوں۔ کیسے ظلم کی حالت ہے۔ اپنی اس زندگی کو ضائع کر رہے ہیں۔ جو چھوٹی سی

زندگی ہے اور ایک دفعہ ختم ہوئی تو پھر واپس نہیں آنی۔ کیا پتہ ہے کس وقت کون نکل جائے اور جو دنیا سے بے نماز گزرے گا۔ وہ اندھی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ) جو فرماتا ہے کہ (۔) کہ جو اس دنیا میں اندھا ہو وہ قیامت کے دن مرنے کے بعد بھی اندھا رہے گا، اس سے مراد لقاء کا حاصل ہونا یا لقاء کا نہ حاصل ہونا ہے۔ وہ شخص جس کو خدا دنیا میں دکھائی نہ دینے لگے اور بار بار اس کی جھلکیاں نظر نہ آئیں جو کہ خصوصیت سے نماز میں نظر آتی ہیں وہ دنیا میں اندھا ہے اور جیسے اندھے کو پتہ نہیں لگتا کہ میں کس چیز سے محروم ہوں اسی طرح ایسا آدمی بھی بسا اوقات محسوس ہی نہیں کرتا کہ وہ کس چیز سے محروم ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ کتنی دردناک خبر ہے کہ (۔) جو اس دنیا میں اندھا رہا آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔ وہاں بھی اس کو لقاء نصیب نہیں ہوگی۔ پس یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بہت ہی بڑی اور بنیادی خرابی ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جو پھر دراصل ماحول کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ ماحول کی دلچسپیاں ان کو کھینچ لیتی ہیں۔ دراصل نماز ہی ہے جو ہر قسم کی برائی اور ہر قسم کی فحشاء سے ان کی حفاظت کرتی ہے لیکن جب وہ نمازوں سے غافل ہوں تو دنیا کی دلچسپیاں ان کو بے روک ٹوک کھینچتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں بھی خرابیاں ہوتی ہیں۔ ان میں بھی بعض دفعہ فحشاء کی عادت ہوتی ہے لیکن ایک نمازی کی زندگی میں اور بے نمازی کی زندگی میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک بے نماز انسان اپنی بدعادتوں کی طرف بے روک ٹوک بڑھتا ہے اور دوڑتا چلا جاتا ہے اور اس کے کان میں کوئی آواز اس کو واپس بلانے کے لئے نہیں پڑتی لیکن ایسے بھی نمازی ہیں جن سے گناہ ہوتے ہیں۔ بعض گناہوں کے وہ بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے عادی بھی بن چکے ہوتے ہیں لیکن ہر نماز میں ضمیر کی آواز کانوں میں سنائی دیتی ہے اور ان پر لعنتیں بھیج رہی ہوتی ہے۔ کہ تم کیا کرتے آئے ہو۔ اب کیا کر رہے ہو۔ واپس کس دنیا میں جاؤ گے اور مسلسل کوشش کرتے ہیں روتے ہیں پیٹتے ہیں۔ گریہ و زاری کرتے ہیں اور بعض دفعہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نہیں سنی گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ نماز کی آواز ضائع نہیں جایا کرتی۔ جلد یا بدیر نماز میں اٹھنے والی ضمیر کی آواز ان پر غالب آجایا کرتی ہے اور یکدفعہ ان کو ہر قسم کی برائیوں سے کھینچ کر خدا کی طرف لے آتی ہے مگر جو نماز نہیں پڑھتا اس کے لئے کون سا امکان ہے۔ اس کے بچنے کی تو ہر راہ بند ہو چکی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ فلاں نماز تو پڑھتا ہے لیکن اس میں فلاں بدی موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی بدی موجود ہے تو یاد رکھیں کہ اس بدی کے خلاف ہر نماز میں وہ کوئی نہ کوئی شرمندگی بھی محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اس کے کانوں میں کوئی نہ کوئی آواز ضرور پڑ رہی ہوتی ہے۔ لیکن ایک بے نماز بیچارہ تو بالکل محروم ہے۔ اندھا دھند آنکھیں بند کئے ہوئے وہ ایک گندی عادت میں مبتلا ہے تو مبتلا ہی رہ جاتا ہے۔ اور بدعادتیں پکڑ لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اپنے مفاد سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں کے مفاد سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور ایسا گھر ایک بڑی نحوست کی سی حالت میں ہے جس میں نماز نہ پڑھی جاتی ہو۔ جس گھر میں خاوند نماز نہ پڑھے اس کی بیوی اکیلی کی نمازیں کام نہیں دے سکتیں۔ بعض دفعہ بچے ماں کی بجائے باپ کی حالت دیکھ کر اس کے رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ویسے بھی گھر پر ایک نحوست سی طاری رہتی ہے تو میں آپ کو بڑے خلوص کے ساتھ، بڑی منت کے ساتھ یہ گزارش کرتا ہوں اور اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ نماز کو اہمیت دیں۔ اور گھر میں سے ہر فرد نماز پر نگران ہو جائے۔ جس طرح کہ مجھے بعض بچے لکھتے ہیں تو بہت پیارے لگتے ہیں۔ اپنے بڑوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کو نماز پڑھنے کی عادت نہیں۔ دعا کے لئے لکھتے ہیں تو بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ اس بچے کے دل کی جو دعا ہے اللہ تعالیٰ نے شاید پہلے ہی سن لی ہو تو نہ صرف نگران رہیں بلکہ دعائیں کرتے ہوئے نگران رہیں اور جو کوشش بھی ان کے بس میں ہے وہ کریں۔ تاکہ کسی احمدی گھر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، بڑا ہو یا بچہ جو عبادت نہ کرتا ہو اور پھر عبادت کرنے والا بھی ایسا ہو جو ہر وقت اپنی عبادت کو زندہ کرنے میں کوشاں ہو۔ صرف ظاہری اٹھک بیٹھک پر راضی نہ ہو۔ بلکہ جب تک اس کے دل میں سے عبادت کا مزا اٹھنا شروع نہ ہو جائے اس وقت تک وہ تسلی نہ پائے۔

جرمنی کو عبادت کرنے والوں کی ضرورت ہے

جرمنی کو ایسے عبادت کرنے والوں کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دنیا بہت زیادہ مادہ پرست ہو چکی ہے۔ صرف جرمنی کی بات نہیں یورپ کے اکثر ممالک خدا سے اتنا دور جا چکے ہیں اور ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ جہاں جا کر پھر کوئی روک باقی نہیں رہتی۔ ان کے سکولوں میں چھوٹے ہوں یا بڑے، ان کے کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں خدا کے خلاف کھلم کھلا باتیں، ان کی تعلیم اور تدریس میں ایسے رنگ آچکے ہیں کہ جن کے نتیجہ میں ارادے کے ساتھ عمداً چھوٹے چھوٹے بچوں کو خدا سے بدظن اور مذہب سے دور کیا جاتا ہے اور کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ جو زیادہ آزاد خیال ہو، بے حیا ہو، خدا کے خلاف باتیں کرنے والا ہو وہ سوسائٹی میں زیادہ روشن خیال سمجھا جاتا ہے گویا اندھوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی آنکھیں ہیں اور جن کی آنکھیں ہیں ان کو اندھا بتایا جاتا ہے ایسی حالت میں نماز ہی ہے جو آپ کی اور آپ کے بچوں کی حفاظت کرے گی۔ اگر آپ نے انہیں نمازوں پر قائم نہ کیا تو

آپ کی نسلیں آپ کے سامنے دیکھتے دیکھتے ضائع ہو کر اس غالب معاشرے کا شکار ہو جائیں گی اور بہت بڑا نقصان ہے۔

خدا کے نام پر نقل مکانی کرنے والے عبادات سے غافل نہ ہوں

پاکستان سے (نقل مکانی) کرنے والے زیادہ تر احمدیوں کو یہی شکایت ہے کہ ہمیں کھلم کھلا عبادت کی اجازت نہیں ہے اور یہ ایک ایسا حق ہے جسے دنیا کی تمام آزاد قوموں نے تسلیم کیا ہے کہ جسمانی طور پر خواہ کوئی مارے پیٹے یا نہ مارے پیٹے اگر کسی قوم کو یہ روحانی عذاب دیا جائے کہ کھلم کھلا اپنے رب کی عبادت کی اجازت نہ ہو تو یہ ایک اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ قوم دوسرے ملکوں میں پناہ لینے کا حق حاصل کر لیتی ہے لیکن اگر پناہ لینے والے وہاں بھی بے نمازی ہوں اور یہاں بھی بے نمازی رہے تو کس چیز سے پناہ مانگی۔ایک شیطان سے دوسرے شیطان کی طرف پناہ لی نا۔(۔) خدا کی طرف پناہ لینے کے لئے تو نہ آئے۔پس وہ لوگ جو پاکستان سے (نقل مکانی) کر کے آتے ہیں اور وہاں بھی بے نماز رہے۔ اور یہاں بھی بے نماز رہتے ہیں کبھی ان کے دل نے ان کو جھنجوڑا نہیں کہاں سے بھاگے تھے۔کدھر بھاگے تھے (ایمان والے اور ایمان سے محروم) کے درمیان یہی فرق ہوا کرتا ہے۔ (ایمان سے محروم) اگر شیطان سے بھاگتا ہے تو شیطان کی طرف ہی بھاگتا ہے (صاحب ایمان) اگر خدا کی تقدیر سے بھاگتا ہے تو خدا کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتا ہے۔اس نکتہ کو ایک موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی شان کے ساتھ بیان فرمایا۔ایک دفعہ آپ کی قیادت میں ایک اسلامی لشکر کسی جگہ پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور وہاں یہ خبر مشہور ہوئی کہ یہاں ایک خوفناک پلیگ (Plague) پھیلی ہوئی ہے۔ایک قسم کی طاعون ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ لوگوں کو اپنا شکار بناتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ فوراً کوچ کر جاؤ اور اس جگہ سے دوسرے محفوظ صحت مند علاقے کی طرف چلو۔آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ! کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ گویا اپنی طرف سے بڑی طاقت کے ساتھ بڑے زور سے امیر المؤمنینؓ کے فیصلے کے خلاف اعتراض اٹھایا حضرت عمرؓ نے بڑے سکون سے جواب دیا کہ میں خدا کی تقدیر سے خدا کی تقدیر کی طرف بھاگ رہا ہوں۔میرا خدا جیسا یہاں ہے وہاں بھی ہے اور اس کی تقدیر خیر بھی ہے اور تقدیر شر بھی ہے تو میں اس کی ایک تقدیر سے اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جا رہا۔اسی کی تقدیر خیر کی طرف بھاگ رہا ہوں تو دیکھیں! (صاحب ایمان) بھاگتا ہے تو خدا کی ایک تقدیر سے اس کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگتا ہے۔شیطان کی تقدیر سے شیطان کی تقدیر کی طرف نہیں بھاگا کرتا۔ پس وہ لوگ جو خدا کے نام پر (نقل مکانی) کرتے ہیں اور اپنی بدیاں ساتھ لے کر آتے ہیں اور ان بدیوں میں مزید ملوث ہو جاتے ہیں وہ شیطان کی تقدیر سے شیطان کی تقدیر کی طرف جانے والے ہیں۔ان کا تو خدا کی تقدیر سے بھاگ کر خدا کی تقدیر میں آنے والوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔یہ ایک سچے (صاحب ایمان) میں اور ایک فرضی (صاحب ایمان) میں بڑا کھلا امتیاز ہے۔پس آپ اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں جو دنیا کو بتا دیں اور دکھا دیں کہ آپ نے خدا کی طرف (نقل مکانی) کی ہے۔اور کسی غیر کی طرف نہیں کی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت اور سب سے بڑا گواہ آپ کی عبادتیں ہیں۔اگر آپ عبادتوں پر قائم ہوں اور ان کی نگرانی کریں اور آپ میں چھوٹا بڑا ایک دوسرے کا خیال رکھے۔دعائیں بھی کرے اور اگر گریہ وزاری بھی کرنی پڑے تو گریہ وزاری اور منت کے ساتھ اپنے بھائیوں کو عبادت کی طرف بلائیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل آپ پر کیسے نازل ہوتے ہیں بہت سی دعائیں کر کر کے انسان تھک جاتا ہے جو قبول نہیں ہو رہی ہوتیں اور آدمی شکوے کرتا ہے کہ میری تو قبول نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ بھی خاص حکمتوں کے ساتھ۔جو سچی عبادت کرنے والا ہو اول تو اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ دوسرے جو نہیں ہوتیں ان پر اللہ تعالیٰ صبر دیتا ہے اور ایسا شخص کبھی زبان پر خدا کا شکوہ نہیں لاتا۔پس تمام خرابیوں کا ایک ہی حل ہے۔تمام بیماریوں کی ایک ہی دوا ہے اور وہ عبادت پر قائم ہو جانا ہے۔اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ جن نوجوانوں تک میری یہ آواز پہنچ رہی ہے یا جن بڑوں تک اور چھوٹوں تک میری یہ آواز پہنچ رہی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ وہ عبادتوں میں کمزور ہیں۔وہ آج یہ عہد کر کے اٹھیں کہ (اللہ نے چاہا تو) عبادت کو قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔اپنی ذات میں بھی اور غیروں میں بھی وہ ایک ایسی شمع روشن کریں گے جس کی روشنی دور دور تک پھیلے۔وہ اپنے گھر ہی کو روشن نہیں کریں گے۔ بلکہ روشنی کا مینار بن جائیں گے تا کہ ان کی روشنی کے فیض سے دور دور تک جہاز چٹانوں سے ٹکرانے کی بجائے ہدایت کی راہ پا جائیں۔پس اس قوم میں روشنی کے ایسے مینار بننے کی ضرورت ہے اور عبادت گزار ہی ہے جو روشنی کا ایسا مینار ثابت ہو سکتا ہے۔''

روزنامہ الفضل 7 مارچ 1993

☆☆☆☆☆

مختلف رکاوٹوں کے باوجود

جماعت احمدیہ میں قیام نماز کے دلکش نظارے

نمازیں قربانی مانگتی ہیں اور احمدی یہ قربانی دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے

مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ

انسان اپنی محبت اور وفا میں ابتلاؤں کے وقت آزمایا جاتا ہے اور یہی وقت خلوص اور عشق کے ناپنے کا ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض یافتہ عشاق اس میدان میں بھی سرخرو ہو کر نکلے۔ اور ہر قسم کی رکاوٹوں کے باوجود قیام نماز کے لئے ایسے ایسے مظاہرے کئے جن پر آسمان بھی رشک کرتا ہوگا۔

اس بات کو غیروں نے بھی مشاہدہ کیا اور برملا اس کی گواہی دی۔

دیوان سنگھ مفتون ''ایڈیٹر ریاست'' دہلی نے تحریر فرمایا جہاں تک (دینی) شعار کا تعلق ہے ایک معمولی احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ احمدی ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے دینی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔

(ریاست بحوالہ مسیح موعود اور جماعت احمدیہ انصاف پسند احباب کی نظر میں ص323)

مشکلات اور مصائب کے سو رنگ ہیں۔ اندرونی بھی ہیں اور بیرونی بھی۔ ظاہری بھی ہیں اور باطنی بھی۔ نفس کی روکیں بھی اور مشکلات بھی۔ مگر ان دیوانوں کا تو ہر رنگ عدیم المثال ہے۔ آیئے چند نمایاں رکاوٹیں اور ان کو پھلانگنے والوں کا نظارہ کریں۔

بصارت سے محرومی

اندرونی مشکلات میں ایک بہت بڑی مشکل تو ظاہری بصارت سے محرومی ہے۔ جس کے نتیجہ میں آدمی بیت الذکر کا راستہ دیکھنے سے عاری ہو جاتا ہے۔ مگر خدا والوں کی اندرونی حسیں جاگ اٹھتی ہیں اور روحانی روشنی کے نیچے چل کر وہ خدا کے گھر تک آ پہنچتے ہیں۔

سب سے پہلے اس احمدی کا ذکر جو ظاہری آنکھوں سے محروم تھا مگر دل کی آنکھوں سے خدا کو دیکھ چکا تھا اور آنکھیں رکھنے والوں کے لئے ایک نمونہ بن گیا۔

☆ حضرت حافظ معین الدین صاحب کو ایک عرصہ تک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا امام الصلوٰۃ ہونے کی توفیق ملی۔ آپ نماز کے لئے بلانے اور اول صف میں کھڑے ہونے کے انتہائی دلدادہ تھے آپ نابینا تھے مگر ہر حال میں نماز کے لئے اول وقت میں پہنچتے۔ اور ان کا وجود سارے دوسروں کیلئے نماز کا وقت بتانے والی گھڑی کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ بارش ہو، آندھی ہو، کڑکڑاتا جاڑا ہو، تیز دھوپ ہو، وہ اول وقت پر پہنچتے۔ نداء بلند کرتے اور اول صف میں جگہ پاتے۔ حتی الوسع اس مقام پر کھڑے ہوتے کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ ہی جگہ ملے۔

آپ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں بالعموم منادی ہوتے تھے اور اگر کوئی دوسرا آدمی ندا دیتا تو انہیں ناگوار گزرتا تھا۔ نماز، نوافل اور تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے۔

(رفقاء احمد جلد 13 ص290 از ملک صلاح الدین)

☆ حضرت بابا کرم الٰہی صاحب نمازوں اور تہجد کے بھی پابند تھے آپ کا یہ معمول تھا کہ سب سے پہلے بیت الذکر میں پہنچتے اور سب سے آخر میں واپس آتے اور بیت الذکر کی فضا کو دعاؤں سے معمور کر دیتے۔ وفات سے قریباً پانچ سال قبل آپ کو موتیا بند ہو گیا تھا اور آپ کی بینائی جاتی رہی تھی تاہم وہ ایک اندازے اور دیواروں کے سہارے باقاعدہ بیت الذکر پہنچتے۔

(گلدستہ درویشاں کے پھول۔ از فیض احمد گجراتی ص44)

☆ حضرت بابا صدر الدین صاحب کی بینائی ان کی وفات سے چار پانچ سال قبل ختم ہو گئی تھی مگر وہ نور ایمان کا ہاتھ تھامے بیت الذکر میں برابر پہنچتے تھے تا آنکہ ضعف پیری نے منزل کے قریب پہنچ جانے کے باعث قدم بالکل دھیمے اور ماؤف کر دیئے۔ (گلدستہ درویشاں کے پھول حصہ اول ص43)

بیماری۔ بڑھاپا

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو نماز

سے بے انتہا شغف تھا۔ 1905ء میں آپ کو کثرت پیشاب کی شکایت ہوگئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کا قارورہ منگوا کر دیکھا۔ علاج تجویز کیا اور فرمایا:-

''آپ کے پیشاب کو دیکھ کر مجھے تو حیرت ہی ہوئی کہ آپ کس طرح التزام کے ساتھ نمازوں میں آتے ہیں۔

اس پر حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا۔

حضورؑ کی دعا ہی ہے جو اس ہٹ اور استقلال سے میں حاضر ہوتا ہوں ورنہ بعض اوقات قریب بہ غش ہو جاتا ہوں۔

اس پر حضورؑ نے فرمایا:-

''میں بہت دعا کروں گا''

(ملفوظات جلد 4 ص 252 نیا ایڈیشن)

☆حضرت حافظ حامد علی صاحب کو ایک عرصہ دراز تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت اقدس حافظ صاحب کی التزام نماز کے بارے میں اپنی ایک تصنیف لطیف میں فرماتے ہیں:-

''.......... میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہو گیا تھا التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں''۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 ص 540)

☆حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی باقاعدگی سے تہجد اور نماز باجماعت ادا کرنے والے تھے۔ اکثر دیکھنے میں آتا کہ آپ علالت کے باوجود باجماعت تہجد اور نماز میں تشریف لاتے اور سنن و نوافل میں دیر تک مصروف رہتے۔

(رفقاء احمد جلد 9 ص 101)

☆حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب شدید بیماری میں بھی نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ آخری بیماری میں ایک دن بخار کی حالت میں بیت الذکر تشریف لے گئے۔ تھرمامیٹر لگایا گیا تو بخار 105 درجہ تھا۔ آپ کو ڈاکٹری ہدایت تھی کہ پوری طرح آرام کریں آپ کو سخت ضعف تھا مگر پھر بھی بیت الذکر میں ضرور جاتے وفات سے کچھ دن پہلے اپنے بیٹے کے ساتھ اللہ کے گھر جا رہے تھے کہ کمزوری کی وجہ سے رستہ میں دو بار گر گئے۔

(رفقاء احمد جلد 5 حصہ دوم ص 71)

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک بار حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رئیس آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:-

''نماز کے عاشق تھے، خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت (بیت الذکر) میں جانے والے۔ جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہو گئے تو اذان کی آواز کو بھی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کر لیتے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔

(رفقاء احمد جلد 12 بار اول 1965ء صفحہ 152)

☆حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کی اہلیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لخت جگر حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو نماز بروقت ادا کرنے کی اس قدر فکر رہتی تھی کہ ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ آج میں نے تین چار دفعہ نماز فجر ادا کی ہے۔ چونکہ آپ کو نیند بہت کم آتی تھی اس لئے سمجھتیں کہ شاید فجر کا وقت ہو گیا ہے۔ اس لئے نماز ادا کر لیتیں۔ پھر دیکھتیں کہ صبح نہیں ہوئی شاید میں نے نماز جلدی ادا کر لی ہے۔ پھر دوبارہ نماز ادا کرتیں۔ اسی طرح تین چار دفعہ نماز ادا کی۔

ایک دفعہ شدید بیمار تھیں اور تقریباً دو دن تک بیہوش رہیں ہوش میں آئیں تو اتنی کمزوری تھی کہ بات نہ کر سکتی تھیں۔ ہوش میں آنے پر جو پہلی چیز اشارۃً طلب کی وہ پاک مٹی کی تھیلی تھی جس سے تیمم کر کے آپ نماز ادا کرتی تھیں۔ جب اس سے آپ نے تیمم کیا تو نماز ادا کرنے کی کوشش میں دوبارہ بے ہوش ہو گئیں۔

وہ لڑکیاں جو آپ کے پاس رہتی تھیں۔ انہیں نماز بروقت ادا کرنے کی تلقین فرماتی تھیں اور ہر نماز کے وقت ہر لڑکی سے پوچھتیں کہ تم نے نماز ادا کی ہے یا نہیں۔ (دخت کرام از سید سجاد احمد ص 406)

☆حضرت میر ناصر نواب صاحب نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ آخری عمر میں جب کہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا آپ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ بیت مبارک سے دور دارالعلوم میں رہتے تھے مگر نمازوں میں شمولیت کے لئے وہاں سے چل کر آتے تھے۔

(حیات ناصر صفحہ 24 از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب)

☆حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کا دل

گویا ہروقت بیت الذکر میں اٹکا رہتا تھا۔آخری ایام میں جب کہ ڈاکٹروں نے انہیں چلنے پھرنے سے منع کر دیا تھا وہ پھر بھی داؤ لگا کر بیت الذکر میں پہنچ جاتے تھے حتیٰ کہ انہیں بزرگوں نے اصرار کے ساتھ روکا کہ نفس کا بھی انسان پر حق ہوتا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 ص 580)

☆حضرت بابا شیر محمد صاحب کی عمر 98 سال کی تھی مگر وہ اس حال میں بھی ضعف اور کمزوری کے باوجود نمازوں کے لئے برابر بیت الذکر تشریف لاتے تھے۔

☆محترم چوہدری فیض احمد صاحب حضرت بھائی شیر محمد صاحب قادیانی درویش کی نمازوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''75-80 سال کی عمر میں بیت مبارک کی چھت پر سیڑھیاں طے کر کے جب نماز کو جاتے تو اس بوڑھی جوانی پر رشک آ جاتا۔ اور اپنی سستیوں پر شرم وندامت کا احساس بیدار ہو جاتا۔

(گلدستہ درویشان کے پھول حصہ اول ص 47، 116)

جان کا خطرہ

بزرگوں کی روایات تو یہ ہیں کہ موت کو سامنے دیکھ کر آخری یاد اپنے مولیٰ کی ہوتی ہے۔اور قطعاً کسی قسم کے خوف کے بغیر وہ اطمینان سے اپنے رب کے حضور سربسجود ہوتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ صاحب قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات اور بیعت کے بعد واپس کابل جارہے تھے کہ ایک جگہ آپ نے بنوں جانے کے لئے ٹمٹم کرائی اور اس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے۔احمد نور کابلی بیان کرتے ہیں کہ جب عصر کا وقت آیا تو آپ نے اتر کر نماز پڑھائی اس اثناء میں سخت بارش ہوئی مگر مرحوم نے کوئی پرواہ نہ کی اور خوب مزے سے نماز پڑھائی۔

واپس اپنے علاقہ میں پہنچے تو حکومت نے گرفتاری کا حکم دے دیا۔اور ایک دن 50 سوار آپ کو حراست میں لینے کے لئے آ گئے اتنے میں عصر کا وقت ہو گیا تو مرحوم نے آگے ہو کر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ان سواروں کے کہنے پر ان کے ساتھ ہو لئے۔اور بالآخر شہید کر دیئے گئے۔

(الفضل 14,15 جولائی 2000ء)

☆حضرت مولوی نعمت اللہ صاحبؓ شہید کو 1924ء میں کابل میں راہ مولیٰ میں قربان کر دیا گیا۔ 31/اگست 1924ء کو پولیس نے مولوی صاحب کو ساتھ لے کر کابل کی تمام گلیوں میں پھرایا اور ہر جگہ منادی کی کہ یہ شخص آج ارتداد کی پاداش میں سنگسار کیا جائے گا لوگ اس موقعہ پر حاضر ہو کر اس میں شامل ہوں۔دیکھنے والوں کی شہادت ہے جس وقت آپ کو گلیوں میں پھرایا جارہا تھا اور سنگساری کا اعلان کیا جارہا تھا تو آپ گھبرانے کی بجائے مسکرا رہے تھے۔گویا آپ کی موت کا فتویٰ نہیں دیا جارہا تھا بلکہ عزت افزائی کی خبر سنائی جارہی تھی۔

آخر عصر کے وقت ان کو کابل کی چھاؤنی کے میدان میں (جسے شیر پور کہا جاتا ہے) سنگسار کرنے کے لئے لے جایا گیا تو انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے ان کو اپنے رب کی عبادت کرنے کا آخری موقعہ دیا جائے حکام کی اجازت ملنے پر انہوں نے نماز پڑھی اور اس کے بعد کہا کہ اب میں تیار ہوں جو چاہو سو کرو۔

چنانچہ آپ کمر تک گاڑ دیئے گئے اور پہلا پتھر کابل کے سب سے بڑے عالم نے پھینکا اس کے بعد ان پر چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔یہاں تک کہ آپ پتھروں کے ڈھیر کے نیچے دب گئے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے۔(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 477)

☆حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی 1886ء میں پیدا ہوئے۔1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر جہلم کے موقع پر پہلی بار زیارت سے فیضیاب ہوئے اور فوراً بیعت کی سعادت حاصل کی۔اس پر بعض شر پسندوں نے آپ کو قتل کی دھمکیاں بھی دیں اور بعد میں گاؤں جانے پر آپ کو بہت سے مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ایک بار قریبی بارہ دیہات سے لوگ اس نیت سے اکٹھے ہو گئے کہ آپ کو قتل کر دیں گے۔آپ نے ان سے کہا کہ اگر مارنے ہی آئے ہو تو میں دو نفل نماز پڑھ کر دعا کرنا چاہتا ہوں۔چنانچہ آپ قریبی بیت الذکر میں چلے گئے اور اس طرح دعا میں مشغول ہوئے کہ وقت گزرنے کا احساس نہ رہا۔باہر لوگوں نے سمجھا کہ آپ ڈر گئے ہیں۔جب کافی دیر کے بعد آپ باہر نکلے تو ایک گھڑ سوار آتا دکھائی دیا اور للکار کر بولا کہ کوئی اس شخص کو ہاتھ نہ لگائے۔اس شخص کا دبدبہ اتنا تھا کہ مجمع منتشر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔آپ بتایا کرتے تھے کہ میں دعوت الی اللہ کے لئے کئی دیہات میں گیا ہوں لیکن اس نوجوان کو دوبارہ کبھی نہیں دیکھا۔(الفضل انٹرنیشنل 6/اپریل 2001ء)

☆حضرت بھائی عبدالرحمان قادیانی ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے۔آپ قادیان آئے مگر آپ کے والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واپس بھیجنے کا وعدہ کر کے بھائی جی کو ساتھ لے گئے۔گھر جا کر آپ پر بہت سختیاں کیں اور ادائیگی نماز سے بھی روکا گیا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:-

''ایک زمانے میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک سے محروم کرنے کی کوششیں کی جاتیں.......... اس زمانہ میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں

سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح میں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیت کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک شخص کدال لئے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کے لئے آیا ہے۔ لہٰذا میں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا۔ مگر سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک مزدور تھا کشمیری قوم کا۔ جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو نہایت محبت اور خوشی کے جوش میں مجھ سے پوچھا۔ منشی جی! کیا یہ پکی بات ہے کہ آپ مسلمان ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لئے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور کم از کم تم میرے (دین) کے شاہد رہو گے۔

(رفقاء احمد جلد 9 ص 64)

☆ چوہدری حبیب اللہ صاحب شہید آف چک حسن ارائیں کا آخری عمل وضو اور نماز تھا۔

اپنے گاؤں سے قریبی قصبہ ''قبولہ'' میں آپ کا بک ڈپو تھا اور آپ قبولہ جماعت کے امام الصلوٰۃ مقرر تھے۔ آپ معمول کی نمازیں اور نماز جمعہ قبولہ میں ہی ادا کرتے تھے۔

13 جون 1969ء کو جب آپ قبولہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد واپس گاؤں میں آئے تو ان کی اہلیہ نے کہا آج زمین پر نہ جانا۔ میں نے سنا ہے کہ مخالفوں نے آپ سے لڑائی کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ مگر آپ نے کہا جب میں نہیں لڑوں گا تو وہ خواہ مخواہ کیسے لڑیں گے۔ چنانچہ آپ خالی ہاتھ اپنی زمینوں کی طرف چل پڑے۔

جمعہ کے روز پانی لگانے کی ان کی باری تھی مگر آپ کے ایک بہنوئی نے ان کا پانی اپنی زمینوں کو لگا لیا۔ آپ نے جا کر دیکھا تو اپنے ایک مزارع کو جو برہم ہو رہا تھا کہا ''یہ بھی تو اپنے ہی کھیت ہیں، انہیں پانی لگا دو'' پھر خود وہیں نالے پر وضو کرنے لگ گئے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ ابھی وضو کر کے واپس کھیتوں میں جا رہے تھے کہ ان کے چچا زاد اور چند دوسرے مخالف للکارتے ہوئے لاٹھیوں سے مسلح ہو کر حملہ آور ہوئے۔ آپ چونکہ گتکے کے ماہر تھے اس لئے ان سے ہی ایک لاٹھی چھین کر اپنا دفاع کرنے لگے۔ آپ کے ایک بہنوئی نے جب یہ دیکھا تو وہ برچھی سے ان پر حملہ آور ہوا۔ برچھی آپ کے پیٹ میں لگی۔ ان دوران جب کہ آپ کے ایک کزن جو آپ کی مدد کو آئے تھے انہیں بھی برچھی لگی۔ اس دوران جب کہ آپ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تھے۔ گاؤں سے آپ کی برادری کی ایک منافق عورت جو گاؤں میں نیک بی بی کے نام سے مشہور تھی دودھ کا گلاس لائی اور مرحوم کے منہ سے لگا دیا کہ پی لو۔ مرحوم نے اس دودھ کے چند گھونٹ پی لئے۔ آپ کو ہسپتال پہنچانے کے لئے لوگ اٹھا کر شہر کی طرف لے جا رہے تھے کہ آپ رستہ میں ہی قربان ہو گئے۔ بوقت قربانی آپ کی عمر اکتیس سال تھی۔

(روزنامہ الفضل 21 جون 1999ء)

☆ میجر منیر احمد صاحب شہید جماعت کے قابل فخر سپوت تھے 1965ء کی جنگ میں لاہور کے محاذ پر مسلسل دو دن اور دو راتیں دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ 21 ستمبر کو دشمن کی طرف سے گولہ باری تھی تو انہیں ہدایت ملی کہ وہ پیچھے مورچوں میں جا کر آرام کر لیں میجر منیر احمد بادل نخواستہ اپنے مورچے سے نکلے اور مورچے کے قریب ہی نماز عشاء کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ ابھی وہ نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ دشمن کی طرف سے گولہ باری کا سلسلہ شروع ہو گیا اور میجر منیر احمد دشمن کا گولہ لگنے سے شہید ہو گئے۔ (الفضل 7 نومبر 65ء)

گھٹیالیاں کے نمازی

30 اکتوبر 2000ء کو گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں فجر کی نماز کے بعد فائرنگ کی گئی جس میں 5 احمدی شہید اور کئی زخمی ہو گئے یہ سب نماز پنجگانہ کے عادی تھے۔ ان میں سے محترم عطاء اللہ صاحب نے پہلے بیت الذکر میں ہی نماز تہجد ادا کی اور پھر فجر کی نماز میں شامل ہوئے۔ 16 سالہ شہزاد احمد نے نماز کے لئے اپنے تین چھوٹے بھائیوں کو اٹھایا اور نماز پر لے کر گیا۔ 70 سالہ نصیر احمد صاحب جو شدید زخمی ہوئے نماز کے بہت پابند ہیں اور صبح کی نماز کبھی نہیں چھوڑی۔ دیگر نمازیں بھی بروقت بیت الذکر میں ادا کرتے ہیں۔

ان سب خوش نصیبوں کو بیت الذکر میں نماز کے بعد دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔

(الفضل 13 نومبر 2000ء)

گھٹا لہو کی جو گھٹیالیاں سے آئی ہے
وہ ساتھ قصے بھی حبل متیں کے لائی ہے
وہ سرزمین چونڈہ چک سکندر ہو
ہر ایک مقام پہ رسم وفا نبھائی ہے

تخت ہزارہ کے جانثار

10 نومبر 2000ء کو تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کی احمدیہ بیت الذکر میں پانچ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد اڑھائی سو افراد اسلحہ اور ڈنڈے لے کر پہنچ گئے۔ پہلے بیت الذکر کی دیوار گرائی پھر اندر گھس گئے، چھت پر چڑھ گئے احمدی خواتین کو تو بڑی مشکل سے گھروں میں بھیج دیا گیا مگر 5 احمدیوں کو بڑے ظالمانہ طریق پر راہ مولیٰ میں قربان کر دیا گیا۔

یہ تارے تخت ہزارے کے چمکیں گے روز محشر تک
اس خاور سے جو ابھرے ہیں پہنچیں گے دوسرے خاور تک
وہ مر بھی گئے اور جی بھی گئے زخموں کو ہمارے سی بھی گئے
جو آب حیات وہ پی بھی گئے کب تیری نگہ اس ساغر تک
(الفضل 13 دسمبر 2000ء)

کاروبار اور ملازمت

کاروبار، ملازمت، روزی اور دنیاوی فرائض نماز کی راہ میں ایک بہت بڑی روک ہیں مگر اللہ والے توان کو خاطر میں نہیں لاتے۔

☆حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی دفتری اوقات میں نماز کیلئے جاتے تھے۔ ہندو اور سکھ کلرکوں نے اس کی شکایت کردی۔ بڑے افسر نے بلا کر سمجھایا مگر آپ نے فرمایا میں نماز ضرور پڑھوں گا اور اگر آپ کو یہ بات ناگوار ہے تو میں ملازمت سے استعفیٰ دیتا ہوں چنانچہ آپ نے اس نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔

(رفقائے احمد جلد 3 ص 68)

☆محترم چوہدری رشید احمد صاحب جو سالہا سال حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی اراضی کے مینجر رہے حضرت نواب صاحب کے بارے میں سناتے ہیں:-

ابتداء میں جب آپ نے سندھ میں اراضی حاصل کی تو میرے بھائی محمد اکرم صاحب اور میں آپ کے ساتھ بنگلہ یوسف ڈھری نزد محمود آباد فارم میں مقیم تھے۔ ہندو ایس ڈی او (S.D.O) وہاں آیا ہوا تھا اور اراضی کے تعلق میں نواب صاحب اس کے محتاج تھے لیکن نواب صاحب وقت پر ادائیگی نماز کے پابند تھے۔ عین اس وقت جب کہ ضروری گفتگو ہو رہی تھی ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا اور آپ کے ارشاد پر اذان دی گئی اور آپ اٹھ کر نماز کے لئے چلے آئے۔

(رفقاء احمد جلد 12 بار اول 1965 صفحہ 172)

☆حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو ایک دفعہ ملکہ میری نے ونڈسر کے محل میں مدعو کیا۔ گفتگو جاری تھی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ قاعدہ کے مطابق جب تک ملکہ ملاقات ختم نہ کرے اس وقت تک ملاقاتی اشارۃً بھی ملاقات کے اختتام کی کوشش نہیں کرسکتا تھا۔ مگر چوہدری صاحب نماز ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اسی سوچ میں آپ کے چہرے پر فکر کے آثار نمودار ہو گئے۔ ملکہ نے سمجھ لیا کہ کوئی بوجھ والی بات ہے۔ اس نے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میری نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اس پر ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ہدایت کی کہ چوہدری صاحب کی نمازوں کے اوقات نوٹ کر لئے جائیں اور اگر دوران ملاقات نماز کا وقت آجائے تو فوراً بتا دیا جائے۔

(خالد دسمبر 85 ص 89)

☆سویڈن کے ایک نواحمدی محمود ارکسن کو جب ضروری فوجی تعلیم کے لئے فوج میں داخل ہونا پڑا تو انہوں نے براہ راست بادشاہ سے نماز کو صحیح اوقات پر ادا کرنے کے لئے رخصت کی درخواست کی جسے منظور کرلیا گیا۔ یہ سویڈن کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا موقع تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 ص 485)

☆مکرم غلام احمد چشتی صاحب معلم وقف جدید وقف سے پہلے فوج میں تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں شرکت کی۔ جنگ کے اختتام پر آپ کو فارغ کر دیا گیا اور ان کے افسر نے لکھا کہ اس نوجوان کے دماغ میں کوئی عارضہ ہے جس کی وجہ سے یہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت کرتا ہے اور روتا ہے۔ (الفضل ربوہ 30 ستمبر 2000ء ص 7)

☆حضرت شیخ محمد شفیع صاحب بھیرہ کے رہنے والے اور محکمہ نہر میں ضلعدار تھے۔ ایک دن مہتمم نہر نے جو ہندو تھا آپ کو کسی کام کے لئے بلا بھیجا۔ جمعہ کی نماز کا وقت تھا آپ نے جواب بھجوایا کہ میں نماز کے وقت میں نہیں آسکتا۔

مہتمم نے سپرنٹنڈنٹ انجینئر سے شکایت کردی کہ حکم عدولی کا مرتکب ہوا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نماز جمعہ کا وقت تھا اور اس اہم مذہبی فریضہ کے رہ جانے کا اندیشہ تھا۔

یہ جواب اس شان اور توکل سے دیا گیا کہ افسر نے اس ہندو سے باز پرس کی اور نماز جمعہ کیلئے مسلمان ملازمین کی خاطر ایک گھنٹہ کی مستقل رخصت محکمہ سے منظور کرادی۔

(بھیرہ کی تاریخ احمدیت ص 89 فضل الرحمان بسمل 1972ء)

☆حضرت خواجہ محمد دین صاحب بٹ ولد حسن محمد صاحب بٹ بہت نیک، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ قادیان میں سبزی کی دوکان تھی۔ یہ ایک ایسا کاروبار ہے جس کا پھیلاؤ زیادہ ہونے کی وجہ سے دکان بار بار بند نہیں کی جاسکتی۔ مگر حضرت خواجہ صاحب دکان کھلی چھوڑ کر نماز با جماعت کے لئے بیت الذکر چلے جاتے تھے۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 361)

☆مکرم شیخ خورشید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ خدا بخش صاحب درویش قادیان کے ریلوے سٹیشن کے قلی تھے۔ ان کے دو ہی شوق تھے ایک یہ کہ نماز باجماعت ادا کرنی ہے اور حتی الوسع یہ نماز بیت مبارک قادیان میں ادا کرنی ہے جو ریلوے سٹیشن سے کافی دور تھی۔ مجھے علم نہیں کہ ان کے پاس کوئی گھڑی تھی یا نہیں مگر نمازوں کے اوقات کا انہیں علم تھا۔ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تو وہ کسی سواری کا سامان نہیں اٹھاتے تھے اور بھاگم بھاگ بیت الذکر

کا رخ کرتے۔

دوسرا شوق انہیں یہ تھا کہ بیت مبارک میں اس مقام پر کھڑے ہو کر نفل ادا کرنے ہیں جہاں حضرت مسیح موعودؑ کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اگر وہ جگہ خالی نہ ہوتی تو نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد وہ پچھلی صف میں بیٹھ کر انتظار کرتے اور جونہی وہ جگہ خالی ہوتی تو فوراً وہاں چلے جاتے اور عین اسی جگہ کھڑے ہو کر سنتیں اور نفل ادا کرتے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ بس یہی دو شوق ان کے تھے جسے وہ حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد انہوں نے درویشان قادیان میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

(الفضل انٹرنیشنل 17 راگست 2001ء)

☆ مکرم عبدالحلیم سحر صاحب بیان کرتے ہیں:-

ابا جی اور تایا جان (قریشی عبدالغنی صاحب مرحوم قریشی فضل حق صاحب مرحوم) دونوں گولبازار میں اکٹھی دوکان کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی نمازوں کے اوقات کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔

ایک دن نماز عصر میں تقریباً چار یا پانچ منٹ باقی تھے دوکان پر سودا خریدنے تین چار خواتین آئیں ابا جی دوکان بند کرنے کی تیاری کر رہے تھے انہوں نے خواتین سے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اب سودا نماز کے بعد ملے گا۔ خواتین نے کہا کہ قریشی صاحب ابھی دے دیں ہم انتظار نہیں کر سکتیں ابا جی نے کہا کہ نہیں پہلے نماز پھر کاروبار۔ عورتوں نے کہا کہ قریشی صاحب 50,40 روپے کا سامان خریدنا ہے۔ (اس وقت اتنے روپوں کی بہت اہمیت تھی) خواتین نے کہا کہ سامان ہمیں دے دیں ورنہ ہم کسی اور سے خرید لیں گی آپ نے (ابا جی) کہا کہ کسی اور سے خرید لیں بہت اچھا ہے۔ میں نے ابا جی سے کہا کہ ابھی پانچ منٹ ہیں سودا دے دیں انہوں نے کہا کہ رازق اللہ ہے اس کی عبادت پہلے کاروبار بعد میں غرض دوکان بند کی اور بیت میں چلے گئے چہرے پر اطمینان اور بے غرضی تھی۔ جب نماز کے بعد دوکان کھولی تو دو یا تین منٹ بعد ایک گاہک آیا اور 460 روپے کا سودا خریدا اور چلا گیا۔ ابا جان نے مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا دیکھا میرے خدا نے مجھے کئی گنا زیادہ عطا کر دیا ہے یہ حیران کن واقعہ تھا کیونکہ اس زمانے میں دوکان کی کل سیل 400 یا 500 روپے دن میں ہوتی تھی یہ تھے وہ خدا کے پیارے بندے جو صرف اور صرف اس پر توکل کرتے اور عبادت کے وقت خواہ کتنا نقصان ہو جائے بیت کی طرف دوڑتے تھے خاکسار کا ایمان اور توکل اس واقعہ کے بعد اور مضبوط ہو گیا۔ (الفضل 6 دسمبر 99ء)

☆ گیمبیا کے ایک مخلص احمدی غوث کجیرا صاحب نمازیں بیت الذکر میں آ کر با جماعت ادا کرتے تھے حالانکہ دھان کے کھیت میں جہاں وہ کام کرتے تھے بیت الذکر سے دو میل سے زائد فاصلہ پر دریا کے دوسرے کنارے پر واقع تھا۔

انہیں اکثر بخار رہتا تھا جو بگڑتے بگڑتے میعادی شکل اختیار کر گیا وہ باوجود طبیعت ناساز ہونے کے باقاعدگی سے مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں بیت الذکر میں آ کر ادا کرتے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 12 دسمبر 97ء)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1988ء میں تحریک فرمائی کہ یورپ کے احمدی نماز جمعہ پڑھنے کا اہتمام کریں اور اگر ان کے مالکان اور اداروں کے سربراہان جمعہ پڑھنے کے لئے وقت نہ دیں تو احمدی ایسی نوکریاں چھوڑ دیں۔

حضور کے ارشاد پر احمدیوں نے والہانہ انداز سے لبیک کہا۔ کئی ایک نے نوکریوں سے استعفے دے دیئے اکثر کو خدا نے پہلے سے بہتر روزگار عطا کیا۔ مگر بعضوں کو شدید مشکلات سے بھی گزرنا پڑا۔ جس کا وہ دیوانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

سفر

سفر تو عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ اپنے ماحول، حالات اور سہولتوں سے دور مسافر اکثر حالتوں میں بے یارومددگار ہوتا ہے اسی لئے تو اسے قبولیت دعا کی بشارت دی گئی ہے مگر ان مسافروں کے کیا کہنے جو فرائض تو ادا کرتے ہی ہیں نوافل کی عادت پر آنچ نہیں آنے دیتے۔

☆ حضرت حاجی غلام احمد صاحب کے متعلق میاں عطاء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں مرحوم باقاعدگی سے نماز تہجد پڑھتے تھے۔ شاید ہی کبھی نماز قضا ہوتی ہو۔ ایک دفعہ مرحوم موضع سلوہ میں دعوت الی اللہ کے لئے گئے اور اس عاجز کو بھی ساتھ لے گئے رات کو دو بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ ہم بستروں پر کوئی اڑھائی بجے لیٹے۔ کوئی تین سوا تین بجے کروٹ بدلتے وقت میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حاجی صاحب تہجد پڑھ رہے تھے۔ پھر صبح کی نماز کے لئے بھی مرحوم سب سے پہلے جاگنے والوں میں سے تھے۔ نیز ضحیٰ اور اشراق کے نوافل بھی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔

(رفقاء احمد جلد 10 ص 125)

مخصوص آواز

☆ حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کے متعلق آپ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں:-

ایک دفعہ سفر کراچی میں آپ کے ہمراہ تھا ان دنوں یہ سفر دو راتوں اور ایک دن میں طے ہوتا تھا۔ رات کو آپ نے مجھے نچلے برتھ پر سلا دیا اور خود اوپر والے برتھ پر سوئے رات کے آخری حصہ میں مجھے

ایک مخصوص آواز نے جگا دیا میں نے اوپر کی طرف جھانکا تو آپ کو حسب معمول اپنے رب کے حضور نماز تہجد میں گریہ وزاری میں مصروف پایا۔(الفضل 25 جنوری 1984ء)

☆پاکستان کے مشہور ادیب نقاد اور مورخ رئیس احمد جعفری حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

چوہدری صاحب اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جسے عام طور پر کافر بلکہ گمراہ کہا جاتا ہے۔لیکن یہ گمراہ اور کافر شخص بغیر شرمائے ہوئے داڑھی رکھتا ہے۔اور اقوام متحدہ کے جلسوں میں علی الاعلان نماز پڑھتا ہے۔جھمپیر کا قیامت خیز ریلوے حادثہ جب رونما ہوا تو یہ شخص اپنے سیلون میں فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔

(ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر 85ء ص13)

☆چوہدری صاحب کی پابندیٔ نماز کی گواہی سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست نے بھی دی وہ لکھتے ہیں آپ (دینی) شعار کے سختی سے پابند ہیں کبھی بھی نماز کو قضا نہیں ہونے دیتے۔اور آپ کی کوٹھی پر جب بھی نماز ہو تو نماز پڑھانے کے فرائض آپ کے ایک باورچی ادا کرتے ہیں یعنی اپنے باورچی کی امامت میں نماز پڑھتے ہیں۔

(اخبار ریاست دہلی 28 مئی 56 بحوالہ رفقاء احمد جلد 11 ص191)

☆حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے متعلق ایک مربی صاحب بیان کرتے ہیں:۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب باقاعدگی سے نماز تہجد ادا فرماتے تھے جو ہم نوجوانوں کے لئے اس سلسلہ میں بہترین نمونہ تھے۔جب میں لائل پور میں مربی سلسلہ تھا تو آپ میرے پاس بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ایک رات ہم آدھی رات سے بھی زائد عرصہ تک باتیں کرتے رہے۔پھر ہم سو گئے۔میں نے دل میں گمان کیا کہ آج مولانا صاحب نماز تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکیں گے۔مگر جب تہجد کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ آپ بڑی رقت سے نماز تہجد ادا کر رہے ہیں۔

(ابوالعطا جالندھری مولفہ محمد افضل ظفر صاحب ص247)

☆مکرم محمد جلال شمس صاحب مربی سلسلہ محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

حضرت مولوی صاحب تہجد گزار تھے۔سفر ہو یا حضر میں نے کبھی بھی آپ کو ناغہ کرتے نہیں دیکھا۔رات کے وقت جلدی سونے کے عادی تھے۔بعض اوقات جماعتی مصروفیات یا میٹنگز وغیرہ کی وجہ سے رات کو دیر تک جاگنا پڑتا۔پھر بھی کوشش کرتے کہ فارغ ہوتے ہی سونے کے لئے چلے جائیں تا کہ اگلے دن تہجد کے لئے بیدار ہو سکیں۔

(ہفت روزہ بدر قادیان مئی 2001ء)

☆محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر گئے وہاں بھی نماز تہجد کا التزام رکھا۔ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ قاہرہ میں اپنے چھ سالہ قیام کے دوران ایک روز بھی ڈائری لکھنے کا ناغہ نہ کیا اور تقریباً ہر روز کی ڈائری کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا کہ الحمد للہ آج بروقت تہجد کے وقت آنکھ کھل گئی۔(الفضل 21 جون 2001ء)

دوری اور موسم کی شدت

بیت الذکر سے فاصلہ، دوری خصوصاً جب کہ موسم بھی شدید گرم یا سرد ہو نماز کی راہ میں ایک بڑی مشکل پیدا کرتا ہے مگر سچا عشق تو اسی وقت پرکھا جاتا ہے۔

☆حضرت مولانا شیر علی صاحب کے نماز پڑھنے کی عجیب شان تھی نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے حتیٰ الامکان بیت مبارک میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے مغرب کی نماز بیت المبارک میں پڑھ کر آتے کھانا کھاتے وضو کرتے اور پھر نماز کے لئے چلے جاتے اس معمول میں گرمی سردی بارش بادل آندھی بیماری کوئی چیز حائل نہ ہو سکتی تھی۔گھنٹوں خدا کے حضور خشوع وخضوع سے کھڑے رہتے وضو اتنے اطمینان اور توجہ سے کرتے کہ دوسرے آدمی اس دوران دس دفعہ وضو کر کے فارغ ہو جائیں۔

(سیرت شیر علی ص80-81 از ملک نذیر احمد صاحب ربوہ 1955ء)

☆مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی حضرت مولانا شیر علی صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

''ایک دفعہ مجھے مولوی شیر علی صاحب کی رفاقت میں نماز کے لئے بیت مبارک میں جانے کا موقع ملا۔جب ہم وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی۔چنانچہ آپ مجھے اپنے ہمراہ لئے بیت اقصیٰ تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی اتفاق سے نماز ختم ہو چکی تھی۔اب حضرت مولوی صاحب مجھے ساتھ لے کر بیت فضل (جو ارائیاں محلہ میں تھی) کی طرف چل پڑے۔وہاں پہنچے تو نماز کھڑی تھی۔چنانچہ ہم نے نماز باجماعت ادا کی۔اس طرح مجھے حضرت مولوی صاحب کی نماز باجماعت ادا کرنے کے شوق سے روحانی طور پر ایک خاص لذت محسوس ہوئی اور یہ سبق بھی کہ حتی الامکان نماز باجماعت ادا کی جائے''(سیرت حضرت مولانا شیر علی ص263)

☆حضرت چوہدری امین اللہ خان صاحب رفیق حضرت مسیح موعود رات کو قادیان میں اپنے محلہ کی بیت الذکر میں بعد نماز عشاء تراویح ادا کرتے۔اور سحری سے پہلے نماز تہجد کے لئے بیت مبارک پیدل چل کر جاتے اور پھر گھر پہنچ کر روزہ رکھتے۔(روزنامہ الفضل 12 دسمبر 2002ء ص3)

☆حضرت میاں امام دین صاحب پٹواری اور ان کی بیوی دونوں کا طریق تھا کہ جمعہ کی خاطر بلا ناغہ قلعہ درشن سنگھ ضلع گورداسپور سے قادیان پہنچتے جو بٹالہ سے چار میل آگے ہے۔ جمعہ کو صبح پیدل چل کر قادیان آتے اور جمعہ کے بعد پیدل واپس جاتے سخت سردی اور گرمی کی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ قادیان ہجرت کر کے آنے تک دونوں کا یہی طریق رہا۔(رفقاء احمد جلد اول ص103)

☆حضرت منشی زین العابدین صاحب جمعہ اور عیدین قادیان میں ادا کرتے تھے۔ سردی ہو گرمی ہو بارش یا آندھی آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

(رفقاء احمد جلد 13 ص 102)

☆حضرت شیخ برکت علی صاحب اور ان کی اہلیہ حضرت اللہ رکھی صاحبہ بالعموم اپنے گاؤں نواں پنڈ سے آکر جمعہ کی نماز قادیان پڑھتے تھے۔

(رفقاء احمد جلد 13 ص 91)

☆حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب کے متعلق حضرت ملک غلام فرید صاحب گواہی دیتے ہیں:-

میں اپنے کئی سالوں کے مشاہدہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت منشی صاحب تہجد کی نماز ایسی ہی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے جیسی دوسری پانچ نمازیں ،موسم کی کوئی حالت، ان کی بیماری کوئی چیز ان کی تہجد کی نماز میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی تھی ایسے بہت ہی کم لوگ ہوں گے جنھوں نے سالہا سال تک بغیر کسی ناغہ کے نماز تہجد پڑھی ہو۔ حضرت منشی صاحب ان چند لوگوں میں سے تھے۔(رفقاء احمد جلد اول ص201)

☆حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب پانچوں نمازیں بیت مبارک قادیان میں ادا فرماتے تھے۔ بارش ہو یا آندھی ہو اندھیری رات ہو یا سخت دھوپ، جلسہ ہو یا جلوس، مشاعرہ ہو یا مناظرہ، عام تعطیل ہو یا خاص، آپ نماز کھڑی ہونے سے پہلے اپنے مقررہ وقت پر اپنی مقررہ جگہ پر موجود ہوتے تھے۔

آپ کی نمازوں میں جو خشوع و خضوع ہوتا تھا اسے وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو اس کوچہ یار ازل سے کچھ آشنائی رکھتے ہیں۔

(رفقاء احمد جلد 5 حصہ سوم ص175)

مکرم ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب قلعہ کالروالہ صوم وصلوٰۃ اور نماز تہجد کے پابند تھے جب بجلی نہیں ہوتی تھی تو آدھی رات کے بعد بیت الذکر میں آتے جہاں کنواں تھا۔ پانی کنوئیں سے نکال کر لوٹیاں بھر دیتے اور پھر نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

(الفضل 2 دسمبر 2002ء ص6)

☆حضرت چوہدری محمد حسین صاحب (والد ڈاکٹر عبدالسلام صاحب) نے خود بھی تاریکیوں میں عبادت کا چراغ روشن کیا اور اپنی اولاد کی بھی یہی تربیت فرمائی۔ چنانچہ جس زمانہ میں آپ ملتان میں قیام پذیر تھے۔ جماعت احمدیہ کی سخت مخالفت تھی اور دشمن جماعت کی بیت الذکر کو چھین لینا چاہتے تھے۔

ایسے نازک وقت میں جب کہ کئی لوگ گھبرا جاتے ہیں حضرت چوہدری صاحب ایک نڈر پہلوان کی طرح اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک میل کی مسافت طے کروا کر بلا خوف وخطر تنگ گلیوں سے گزر کر اسی بیت الذکر میں نماز کے لئے آتے تھے اور خصوصیت سے عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کرتے تھے گویا اپنی اور اپنی اولاد کی قربانی نماز کی خاطر روز اپنے مولیٰ کے حضور پیش کر دیتے تھے۔

آپ ملتان کی جھلسا دینے والی گرمی میں روزہ رکھ کر دو اڑھائی میل سائیکل چلا کر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور واپسی پر گرمی اور پیاس کی وجہ سے حالت غیر ہوتی تھی۔

(سوانح محمد حسین ص240 و247 از شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی مجلس احمد اکیڈمی لاہور 1974ء)

☆محترم ماسٹر نذیر احمد صاحب بگھیو شہید سخت گرمی میں بھی تراویح کی نماز ادا کرنے کے لئے گھر سے بیت الذکر تک جو کافی فاصلہ پر تھی پیدل جایا کرتے تھے۔(الفضل 17 را کتوبر 98ء)

☆سیرالیون کے ایک احمدی الحاج پا سعید دبنگورا نماز باجماعت کے علاوہ تہجد گزاری میں بھی ایک نمونہ تھے۔ باوجود گھر دور ہونے کے صبح کی نماز سے پہلے بیت الذکر سب سے پہلے پہنچ کر نماز کیلئے ایسی بلند اور سریلی اذان بلند کرتے کہ سارا علاقہ گونج اٹھتا تھا۔ اور ان کا نام بلال احمدیت مشہور ہو گیا تھا۔(یادیں ص515)

☆حافظ قدرت اللہ صاحب سابق انچارج ہالینڈ مشن تحریر فرماتے ہیں:-

''ہمارے نوجوانوں میں بعض نہایت اخلاص کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جماعتی کاموں میں نہایت شوق سے حصہ لیتے ہیں اور اپنا بہت سا وقت اس کے لئے قربان کرتے ہیں۔ بعض دوستوں کے گھر ہیگ سے خاصے فاصلے پر ہیں مگر اس کے باوجود بیت الذکر میں التزام سے آتے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 ص 214)

اقرباء کی محبت

انسان کی جذباتی کیفیات، اس کی بیوی، بچے، عزیز، دوست بڑی آسانی کے ساتھ نماز کی راہ میں روک پیدا کر دیتے ہیں مگر جن کی پہلی محبت ان کا خدا ہو ان کا نمونہ اور ہے۔

☆حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی ادائیگی نماز باجماعت کا تذکرہ مولوی سلیم اللہ صاحب یوں کرتے ہیں:-

''مجھے 1911ء سے 1927ء تک قادیان میں

قیام کا موقع ملا۔ آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کو نماز باجماعت کا جس قدر احساس تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ اذان ہوگئی۔ آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد خدا کر کے بیت الذکر چلے گئے۔ بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی کو چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہوگی اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی‘‘

(رفقاء احمد جلد 5 حصہ سوم صفحہ 82 طبع اول 1964ء)

☆چنیوٹ کے حاجی تاج محمود صاحب نے 1902ء میں تحریری بیعت کی ملکی تقسیم سے قبل اکثر قادیان تشریف لایا کرتے تھے۔ بعض دفعہ گاڑی بٹالہ میں نہ ملنے پر وہاں سے پیدل قادیان پہنچ جایا کرتے تا کہ شام کی نماز حضرت مصلح موعود کی اقتدا میں پڑھنے کا شرف حاصل کر سکیں۔ 1939ء میں رمضان شریف کے مہینہ میں ان کی اہلیہ کی وفات ہوئی۔ حاجی صاحب مع چند اور احمدیوں کے تراویح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا ایک نواسہ جو ماشاء اللہ حافظ قرآن تھا، قرآن مجید سنا رہا تھا کہ ساتھ والے مکان سے رونے کی آوازیں آئیں۔ اور ایک لڑکے نے آ کر بتلایا کہ حاجی صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس وقت چار تراویح پڑھی جا چکی تھیں۔ اس حادثہ کی اطلاع پا کر حاجی صاحب نے انا للہ پڑھا۔ اور اپنے نواسے کو ہدایت کی کہ بقیہ چار تراویح میں حسب معمول قرآن مجید سنائے۔ پوری نماز ختم کرنے کے بعد وہ اور دیگر اقرباء میت والے مکان میں گئے۔

1941ء میں چنیوٹ میں جب بیت الذکر تعمیر ہوئی تو اس دن سے آخری ایام تک وہ بیت الذکر ان کا ملجا و ماویٰ بنی رہی۔ اور آپ وہاں گویا دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ ہر وقت قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ و نصیحت میں مصروف رہتے تھے۔ نماز کے لئے بلانے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ اور بڑے خلوص اور جوش اور بلند آواز سے بلاوا دیتے تھے۔ (متبعین احمد جلد 10 ص 50,49)

شہید احمدیت محمد اسلم قریشی صاحب مربی سلسلہ کے والد محمد احسن قریشی صاحب بھی نماز کے عاشق تھے۔ اسلم شہید کے بچپن کا واقعہ ہے کہ احسن قریشی صاحب نے ایک دن صبح کی نماز کے لئے جانا تھا مگر ننھا اسلم ان کی گود نہیں چھوڑ رہا تھا۔ زبردستی ماں کو پکڑا یا اور کہا ’’نماز پڑاں کہ میں تیں ول ویکھاں‘‘ یعنی میں نماز پڑھنے جاؤں یا تمہیں دیکھتا رہوں۔ یہ کہہ کر جلدی سے باہر نکل گئے۔ کہ وہ نماز کے شیدائی تھے اور یہ ان کی روح کی غذا تھی۔ (حافظ محمد حسین ص 139)

مخالفانہ ماحول

اگر ماحول سازگار نہ ہو تو انسان بڑی آسانی سے عذر تلاش کر لیتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود کے متبعین نے اس روک کو بھی رد کر دیا۔ اور یورپ کے ماحول میں نماز قائم کر کے اپنے آقا کی صداقت پر کیسی ناقابل تردید گواہی مہیا کی۔

☆ایک دفعہ ایک نوجوان نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے کہا کہ یورپ میں فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے لیکن آپ کی تربیت کے لئے بتاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے نصف صدی کا عرصہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔

(ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر 85 ص 89)

☆سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ جب انگلستان میں تعلیم حاصل کرتے تھے تو عام طور پر پاکستانی نماز ادا کرنے سے شرماتے تھے مگر آپ سید محمود احمد صاحب ناصر کے ساتھ مل کر نماز باجماعت ادا کرتے۔ اور اس باقاعدگی کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض دفعہ پروفیسر یہ کہہ کر کلاس روم خالی کر دیا کرتے تھے کہ تمہاری نماز کا وقت ہو گیا ہے تم یہاں نماز پڑھو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:-

’’مجھے وہ لمحہ بہت پیارا لگتا ہے جو ایک مرتبہ لندن میں New Year's Day (نیو ائیر زڈے) کے موقع پر پیش آیا۔ یعنی اگلے روز نیا سال چڑھنے والا تھا۔ اور عید کا سماں تھا۔ رات کے بارہ بجے سارے لوگ ٹرانفلگر سکوائر میں اکٹھے ہو کر دنیا جہان کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں، کوئی مذہبی روک نہیں، ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے بوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اس طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں۔ مجھے بھی موقع ملا۔ میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے اور پھر نماز میں نے ابھی ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا ہے میں گھبرا گیا میں نے کہا پتہ نہیں یہ

سمجھا ہے میں پاگل ہو گیا ہوں۔اس لئے شائد بیچارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا میری قوم کو کچھ ہو گیا ہے۔ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے۔اس چیز نے اور اس موازنے نے میرے دل پر اس قدر اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔چنانچہ وہ بار بار کہتا تھا:-

God Bless you. God Bless you. God Bless you. God Bless you.

(خدا تمہیں برکت دے، خدا تمہیں برکت دے، خدا تمہیں برکت دے، خدا تمہیں برکت دے)

(الفضل 31 / اکتوبر 1983ء)

☆ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بیسویں صدی کے عظیم موحد سائنسدان تھے۔بے پناہ مصروفیات کے باوجود نماز اور دیگر دینی شعار کے پابند تھے۔نوبل انعام کی اطلاع ملنے پر سب سے پہلے بیت الفضل لندن میں نوافل ادا کئے۔لندن میں جمعہ کے روز اول وقت بیت الذکر میں تشریف لاتے اور پہلی صف میں امام کے عین پیچھے بیٹھتے۔

اٹلی کے سنٹر میں نماز جمعہ کی امامت خود کرتے تھے۔(ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر 97ء ص 49، 162)

اسیری اور قید و بند

حضرت مولانا ظہور حسین صاحب بخارا کو جاسوسی کے الزام میں روس کی جیلوں میں غیر انسانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا مگر انہوں نے وہاں بھی عبادت کا جھنڈا سر بلند رکھا۔وہ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:-

میں دن رات بس اللہ تعالیٰ سے ہی دعائیں مانگتا اور حسب عادت رات کو تہجد کے لئے اٹھتا۔صبح کے وقت نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتا اور سورج طلوع ہونے کے بعد دو نفل ادا کرتا اور اللہ کریم سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کی دعائیں مانگتا۔

اشک آباد جیل خانہ میں بہت سے ترک قیدی تھے وہ مجھے روزانہ نماز پڑھتے اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے دیکھتے تھے اور ان میں سے بہتوں کو مجھ سے شدید محبت ہو گئی۔

تاشقند جیل میں بہت سے مسلمان قیدی تھے انہوں نے مجھے اپنا امام منتخب کر لیا اور سب میری اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے۔

بخارا جیل میں حکومت کے کارندوں کو عاجز پر اس قدر رشک تھا کہ رات کو جب میں تہجد کے لئے اٹھتا اور نماز پڑھتا تو باہر جو سپاہی پہرہ پر مقرر ہوتا وہ کھڑکی سے اٹھ کر مجھے دیکھ کر شک کرتا کہ یہ بھاگنے کی تیاری کر رہا ہے اور چونکہ میری جگہ کمرہ میں کھڑکی کے ساتھ تھی اس لئے وہ میری حرکات آسانی نوٹ کر لیتا تھا۔دوسرے دن وہ صبح اپنے افسر کو اس امر کی اطلاع دیتا اور ایک دو افسر اسی کمرہ کے دروازہ اور کھڑکی کو غور سے دیکھتے کہ کہیں یہ بھاگ تو نہیں سکے گا۔چنانچہ میرا ساتھی مجھے کہتا کہ یہ تیری نماز کو جو رات کو اٹھ کر پڑھتا ہے شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں قید خانہ سے بھاگنے کی کوشش تو نہیں کرتا۔

(مولوی ظہور حسین مجاہد اول روس و بخارا مولفہ کریم ظفر ملک۔ناشر سلیم ناصر ملک صفحات 41،56،47،44)

1948ء میں حضرت مصلح موعودؓ سفر سندھ کے دوران میر پور خاص کے بعض محبوس احمدیوں کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔یہ احمدی دوست جن میں سے اکثر واقف زندگی تھے عرصہ چھ سات ماہ سے محمد آباد اسٹیٹ کی زمین میں ایک فساد کے سلسلہ میں زیر الزام تھے۔حضور کے تشریف لے جانے پر جیل کے افسر صاحب کے حکم کے مطابق سب ماخوذین کو برآمدہ میں لائے جانے کی اجازت دی گئی۔اس جگہ سب دوستوں نے یکے بعد دیگرے حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔حضور نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھنے میں سہولت ہے یعنی وضو وغیرہ کے لئے پانی مل جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نماز کی سہولت ہے ہم نماز ادا کر لیتے ہیں۔وضو کے لئے قریب کی جگہ سے پانی لے آتے ہیں۔پھر حضور نے فرمایا ماہ رمضان میں بھی آپ اس جگہ تھے روزے رکھ سکتے تھے یا نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ہم نے رمضان کے روزے رکھے تھے۔ہم شام کو ہی دونوں وقت کا کھانا پکا لیا کرتے تھے۔کیونکہ سحری کے وقت آگ وغیرہ جلانے کی اجازت نہ تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 ص 284)

مولوی محمد شریف صاحب مرحوم کو حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ان کو ایک معاند احمدیت کی رپورٹ پر اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ حرم میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔وہ جنوری 74ء سے مئی 74ء تک جیل میں رہے۔انہوں نے جیل کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی قرآن کریم طلب کیا۔اور اکثر وقت اس کی تلاوت میں گزارتے تھے اور نہایت خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرتے۔اور سلسلہ اور جماعت کے لئے بہت دعائیں کرتے۔انہوں نے جیل میں اپنے عزیزوں کے نام وصیت لکھی اور فرمایا ''میری تمام بیٹوں کو وصیت ہے کہ وہ تمام نمازیں باجماعت ادا کرنے کی کوشش کیا کریں۔

(عالمگیر برکات مامور زمانہ ص 255، 257)

سرکاری وقانونی پابندیاں

یہ روکیں وہ ہیں جو مخالفین اور دشمنوں کی طرف سے ڈالی جاتی ہیں۔ مگر اہل ایمان کی حالت کا نقشہ یوں ہے۔

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اس زمانہ میں احمدیوں نے نماز پر صبر اور استقامت کے جو مظاہرے کئے ہیں وہ اس دور کی تاریخ کے درخشندہ ستارے ہیں۔

احمدیوں کو توحید سے کاٹنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے کے لئے کوششیں تو آغاز سے جاری ہیں۔ مگر 1984ء کے آرڈیننس کے ذریعہ تو قانونی پابندیاں لگادی گئیں۔ نماز کی خاطر بلاوے کو قابل تعزیر جرم بنادیا۔ بیوت الذکر گرائی گئیں۔ ان پر قبضہ کرلیا گیا۔ بعض کو سر بمہر کر دیا گیا مگر احمدیوں کے ذوق عبادت نے ترقی ہی کی ہے۔ اور اس راہ میں قدم ہمیشہ آگے بڑھایا ہے۔

مگر یہ کہانی ایک ملک کی نہیں بلکہ جگہ جگہ دہرائی جاتی رہی ہے۔

☆ کئی سال قبل سیرالیون کی ریاست ٹونگیا میں احمدیت کے خلاف ایک زبردست رو چلی اور احمدی مختلف قسم کے مصائب سے دوچار ہونے لگے۔ اسی دوران رمضان کا مبارک مہینہ آ گیا تو احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ روزے رکھیں گے اور پنج وقتہ نمازیں بہر حال باجماعت ادا کریں گے۔ چنانچہ اس مقدس جرم کی پاداش میں ایک روز آٹھ دس سرکردہ احمدیوں کو جو روزے دار تھے سزا کے طور پر عدالت سے باہر دھوپ میں سورج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا۔ اور چیف نے اعلان کیا کہ جب تک وہ احمدیت سے توبہ نہیں کریں گے انہیں رہائی نہیں ملے گی۔ مگر کسی احمدی کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی اور انہوں نے عبادت کا جھنڈا سر بلند رکھا۔

(روح پرور یادیں ص323)

☆ جنوبی افریقہ کے دو گاؤں میں 1944ء میں احمدیوں کو نماز عید غیر احمدیوں سے علیحدہ ادا کرنے کی وجہ سے جرمانہ کیا گیا۔ اسی طرح ٹونگیا میں بھی احمدیوں کو قید اور جرمانہ کی سزا دی گئی اور رمضان میں سارا دن انہیں دھوپ میں بٹھایا گیا۔ (الفضل 16 جنوری 44ء)

حضرت بھائی عبدالرحیم شرما صاحب (کشن لعل) ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے انہوں نے اپنے قبول احمدیت کے واقعات بہت دلگداز طریق پر بیان فرمائے ہیں ان میں سے جن خاص واقعات کا تعلق نماز سے ہے ان کا تذکرہ درج ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

''حضرت منشی عبدالوہاب صاحب کی دعوت الی اللہ اور صحبت کی وجہ سے ہندو مذہب کی لغویت اور دین کی صداقت مجھ پر کھل گئی تھی۔ مگر ہندو ہونے کی وجہ سے اور اپنے گردوپیش کے ماحول اور حالات کی وجہ سے میں احمدیت کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ میں ایک غیر مسلم ریاست کا باشندہ تھا۔ شادی ہو چکی تھی۔ پھر والدہ صاحبہ اور عزیز واقرباء کو چھوڑنا بھی مشکل تھا ان حالات کی وجہ سے احمدیت کو برملا طور پر قبول کرنا میرے لئے بالکل محال تھا اور ادھر ایک صداقت کو دیدہ دانستہ چھوڑ ابھی نہیں جا سکتا تھا۔ دل میں سخت بے چینی تھی دعا کرتا تھا کہ الٰہی تو خود دستگیری فرما اور مجھے سچے مذہب کے قبول کرنے کی توفیق دے۔

اس وقت تین مقاصد تھے جو میرے پیش نظر تھے ۔ میں نے منشی عبدالوہاب صاحب سے کہا کہ مجھے نماز سکھائیں۔ میں آپ کے طریق پر اپنے بعض مقاصد کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے مقاصد تو ان کو نہیں بتائے تھے البتہ نماز ان سے سیکھنی شروع کر دی۔ گو میری زبان پر عربی عبارت نہ چڑھتی تھی۔ تاہم اچھی بری میں نے سیکھ ہی لی۔ اور ترجمہ بھی سیکھا۔ اور چھپ کر اپنے طور پر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ میرے گھر والوں دفتر کے ملازموں حتیٰ کہ منشی عبدالوہاب صاحب کو بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ میں نے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے۔ صرف فقیر محمد سپاہی کو جو میرے ساتھ چونگی پر کام کرتا تھا میں نے اپنا ہم راز بنایا ہوا تھا۔ نماز کے لئے میں نے دو جگہیں مخصوص کر رکھی تھیں۔ دن کی نماز میں اپنی چونگی کے ایک کمرہ میں جو کہ ذرا علیحدہ تھا اور لوگوں کی آمدورفت وہاں نہ ہوتی تھی۔ کواڑ بند کر کے پڑھتا تھا اور فقیر محمد کو تاکید کر رکھی تھی کہ اگر کوئی ہندو ادھر آئے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ فقیر محمد خود نماز نہ پڑھتا تھا مگر یہ دیکھ کر کہ ایک ہندو نماز پڑھتا ہے اسے شرم آئی اور وہ بھی نماز پڑھنے لگ گیا اور بعد میں احمدی بھی ہو گیا تھا۔ رات کی نمازوں کے لئے میں نے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی۔ ہمارا مکان پرانی وضع کا تھا۔ سب کمروں کے پیچھے ایک اندھیری کوٹھڑی ہوتی تھی۔ اس کے ایک کونہ میں کواڑ بند کر کے میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ نمازوں کے متعلق کچھ عرصہ تک مجھے بڑی غلطی لگی رہی۔ دو رکعت کے بعد قعدہ تک کو میں ایک رکعت سمجھتا تھا۔ اس لحاظ سے چار رکعت کی بجائے میں آٹھ رکعت پڑھتا تھا۔ گویا میری ہر نماز دگنی ہوتی تھی۔ چونکہ زبان میں روانی نہ تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ عشاء کی نماز میں مجھے گھنٹہ بھر لگ جاتا تھا۔ پانچ نمازوں میں تقریباً تین چار گھنٹے صرف ہو جاتے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے میں پسینہ سے شرابور ہو جاتا تھا۔ تین چار ماہ مجھے ایسی ہی غلطی لگی رہی۔ غرض ایک عرصہ تک میں اپنے مقصد کے لئے اسی طرح دعائیں کرتا رہا۔

آخری میرے رب نے میری سنی اور اپنے وعدہ

کے مطابق میری دستگیری فرمائی اور اس صفائی سے میرے مقاصد پورے کئے کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔کہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

اس کے نتیجہ میں میں ہر مخالفت سے بے نیاز ہو کر احمدیت قبول کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔اور جون یا جولائی 1904ء میں مسیح موعود کی بیعت کر لی۔مگر واپس آ کر میں نے ابھی اپنے احمدی ہونے کا اظہار نہیں کیا تھا۔اور چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتا تھا۔

مگر میرے (احمدی) ہونے کا علم میرے گھر والوں کو جلد ہوگیا۔اس طرح کہ رات کی نمازیں جو میں اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں کواڑ بند کر کے پڑھا کرتا تھا۔مجھ کو متواتر اس کوٹھڑی میں جاتے دیکھ کر میری بیوی کو شک گزرا اور اسے جستجو ہوئی۔کہ وہ معلوم کرے کہ میں دروازہ بند کر کے اس کوٹھڑی میں کیا کرتا ہوں۔وہ دروازہ کی درازوں سے دیکھنے کی کوشش کرتی۔لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے اس کو دکھائی نہ دیتا۔ایک روز نماز میں مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔اور میری آواز اس نے باہر سن لی۔وہ گھبرا گئی۔ اور میری والدہ سے جا کر ذکر کیا۔میری والدہ نے مکان کی چھت پر چڑھ کر کوٹھڑی کے مگھ سے جھانکا۔ اور مجھ کو رکوع او رسجدہ کرتے دیکھ کر ان کو حیرانی ہوئی۔چونکہ ان دنوں میرا میل ملاپ مومنوں سے بڑھ گیا تھا۔اس لئے والدہ صاحبہ کو شبہ ہوا کہ کہیں مومنوں کا اثر مجھ پر نہ ہوگیا ہو۔جب میں نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا تو والدہ صاحبہ نے دریافت کیا کہ تم اندر کیا کر رہے تھے۔میں نے کہا۔پرمیشور کی عبادت کیا کرتا ہوں۔انہوں نے کہا ہندو تو اس طرح عبادت نہیں کرتے۔تم تو نیل گروں کی طرح نماز پڑھ رہے تھے۔ہمارے پڑوس میں مومن انگریز رہتے تھے۔والدہ صاحبہ نے کہیں ان کو نماز پڑھتے دیکھا ہوگا۔مجھے اقرار کرنا پڑا۔اور بات کھل گئی۔

والدہ صاحبہ بہت برہم ہوئیں۔میں نے عرض کیا اماں! میں دین کو سچا مذہب سمجھتا ہوں۔میں نے اس کو آزمایا ہے۔میں اس کو کسی طرح بھی نہیں چھوڑ سکتا۔محض آپ کی خاطر اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا۔ اگر آپ ناراض ہوں گی اور مخالفت کریں گی تو میں اعلانیہ طور پر (احمدی) ہو جاؤں گا اور گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا۔والدہ صاحبہ مرحومہ کو مجھ سے بہت محبت تھی۔وہ ڈر گئیں کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں چلا نہ جاؤں۔آخر وہ اس بات پر رضامند ہوگئیں۔کہ میں چھپ کر بے شک نماز پڑھ لیا کروں مگر اس بات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دوں۔ورنہ انہوں نے فرمایا کہ برادری ہمارا بائیکاٹ کردے گی۔غرض اپنے گھر سے تو مجھے ایک گونہ تسلی ہوگئی۔میں اطمینان سے نمازیں پڑھنے لگا۔لیکن عام طور پر ہندوؤں کو میرے (احمدی) ہونے کا علم نہ تھا۔اسی اثناء میں میں نے پوشیدہ طور پر منشی عبدالوہاب صاحب سے قرآن شریف بھی پڑھنا شروع کر دیا۔

گھر کے لوگوں کے علاوہ میرے (احمدی) ہونے کا علم سوائے فقیر محمد سپاہی کے جو چونگی میں میرے ساتھ کام کرتا تھا اور بعض احمدیوں کے کسی کو نہ تھا۔لیکن ان کی غفلت کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ بات نکلنی شروع ہوئی اور ہمارے شہر کے مومنوں میں عام طور پر اس کا چرچا ہونے لگا (مومن) مجھ سے تعلق بڑھانے کی کوشش کرنے لگے۔ہمارے شہر میں زیادہ تر شیعہ فرقہ کے لوگ تھے۔وہ مجھے اپنے مذہب کی کتب مطالعہ کے لئے دینے لگے۔اسی طرح دوسرے فرقہ کے لوگ بھی بعض کتب پڑھنے کیلئے دے جاتے۔ایک دن ایک صاحب ایک رسالہ مجھ کو دے گئے اس میں لکھا تھا کہ جو مومن دیدہ دانستہ ایک جمعہ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا۔اس کا چوتھا حصہ ایمان جاتا رہتا ہے۔اور اگر وہ دو جمعے نہیں پڑھتا تو نصف ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور اگر تین جمعے نہیں پڑھتا تو اس کا دو تہائی ایمان چلا جاتا ہے۔اور اگر چار جمعے نہیں پڑھتا تو وہ بالکل بے ایمان ہو جاتا ہے۔یہ پڑھ کر میرے دل میں خوف پیدا ہوا۔کہ میں (احمدی) ہو کر پھر جمعہ بیت میں جا کر نہیں پڑھتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ جمعہ کیلئے بیت میں جایا کروں گا۔احمدیہ بیت ہمارے قصبہ سے باہر کی طرف تھی۔جمعہ کے روز میں اپنے دفتر سے ایک کمبل اوڑھ کر قصبہ کے باہر باہر بیت میں چلا گیا۔منشی عبدالوہاب صاحب خطبہ پڑھ رہے تھے میں جا کر بیٹھ گیا۔اتفاق کی بات ہے کہ جب میں بیت میں داخل ہو رہا تھا۔تو ایک ہندو نوجوان راجہ رام جو ہمارے قصبہ میں عطاری کی دکان کرتا تھا۔پانی بھرنے کیلئے بیت کے سامنے والے کنویں پر آیا۔وہ کنواں آدھا بیت کے صحن میں تھا اور آدھا بیت کے باہر جب اس نے مجھ کو بیت میں داخل ہوتے دیکھ لیا ۔شک رفع کرنے کے لئے اس نے بیت میں دو تین بار جھانک کر دیکھا۔جب اس کو یقین ہوگیا کہ میں ہی ہوں۔اور پھر اس نے نماز پڑھتے بھی مجھ کو دیکھ لیا۔تو وہ دوڑا دوڑا بازار میں آیا۔اور شور مچا دیا کہ میں نے کشن لعل داروغہ چونگی کو (احمدیوں) کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔لوگوں میں جوش پیدا ہوگیا۔اتفاق سے اس وقت ایک برہمن جو ہماری برادری کا بزرگ تھا۔اور مالدار بھی تھا۔قصبہ میں اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ادھر آ نکلا۔اس نے ڈانٹ ڈپٹ کر سب کو چپ کرا دیا۔اور کہا کہ اس طرح ہنگامہ کھڑا کرنے سے لڑکا ضد میں آ کر ہاتھ سے نکل جائے گا۔تم خاموش ہو جاؤ۔ہم اسے سمجھاتے ہیں۔شام کو جب میں گھر آیا۔تو ہماری برادری کے برہمن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم (احمدیوں) کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو۔میں نے کہا ہاں یہ درست

ہے میں نے آج جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ وہ نہایت نرمی سے پیش آئے۔ اور کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں اس عمر میں انسان سے اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ہم تمہارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ اگر اپنے مذہب کے متعلق کسی کے بہکانے سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو گیا ہے تو بتاؤ ہم رفع کر دیں گے۔ میں نے مورتی پوجا اور تناسخ کے متعلق جو مجھے اعتراض تھے ان پر ظاہر کئے اور بحث میں وہ مجھ سے نہ جیت سکے۔

غرض ہندو جب دلائل سے بات کرنے میں عاجز آ گئے تو ایک دن ہماری برادری کے بڑے بوڑھے اکٹھے ہو کر میرے پاس آئے۔ اور مجھ کو سمجھانے لگے کہ اگر تم نماز نہیں چھوڑ سکتے۔ تو بے شک پڑھو ہم تم کو منع نہیں کرتے۔ لیکن بیت الذکر میں جا کر نماز پڑھنے سے احتیاط کرو۔ اور (احمدیت) کا اظہار نہ کرو۔ میری والدہ صاحبہ کے ذریعہ بھی مجھ پر وہ یہی زور ڈالتے۔ وہ رورو کر نصیحت کرتیں۔ کہ بیٹا تم اپنے گھر میں جو مرضی ہے کرو مگر باہر نمازیں پڑھ کر ہمیں بدنام نہ کرو۔ میری بیوی کو بھی یہ لوگ ورغلاتے اور کہتے کہ دیکھو تم کشن لعل کو دھرم پر قائم رکھ سکتی ہو۔ اگر تم نے کمزوری دکھائی اور اس کا ساتھ دیا تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ غرض میں نے ان سب کے زور دینے پر منظور کر لیا کہ میں (احمدیت) کا اعلانیہ اظہار نہیں کروں گا۔ ادھر پنڈتوں نے میری خاطر باقاعدہ کتھا کرنے کا انتظام کیا۔ ہماری برادری کے بزرگ بڑے اہتمام کے ساتھ مجھ کو بلا کر لے جاتے حتیٰ کہ انہوں نے مجھ کو اپنی سبھا کا سیکرٹری بھی بنا دیا۔ اور میری کڑی نگرانی کرنے لگے۔ تا کہ میری مصاحبت (احمدیوں) کے ساتھ نہ ہو۔ غرض میں ایک آفت میں پڑ گیا۔

ہندو وہمی تو ہوتے ہی ہیں ان میں پوترا پوتر کا ان کو بڑا خیال ہوتا ہے۔ چونکہ (احمدیوں) کے ساتھ نماز پڑھ چکا تھا۔ منشی صاحب کے ساتھ مل کر کھانا بھی کئی بار کھایا تھا۔ اس لئے ان کو خیال گذرا کہ اس کو گنگا جی کا اشنان کروانا چاہئے تا کہ شدھ ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن موقع پا کر انہوں نے مجھ کو کہا کہ تم ہردوار جا کر اشنان کر آؤ۔ وہاں کئی دھرماتما رہتے ہیں۔ ان سے مل کر تم کو فائدہ ہو گا۔ میں نے کہا بہت اچھا موقع نکال کر اشنان کر آؤں گا۔ اس خیال سے کہ شاید میں کسی بہانہ سے اس تجویز کو ٹلا نہ دوں انہوں نے میرے لئے خرچ بھی مہیا کر دیا۔ اور مصر ہوئے کہ میں جلد چلا جاؤں۔ میں سخت گھبرایا۔ منشی صاحب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ میں (احمدی) ہوں۔ ہردوار کیسے جاؤں؟ انہوں نے کہا کیا حرج ہے۔ تم اشنان کر آؤ۔ گنگا بھی دوسرے دریاؤں کی طرح ایک دریا ہے۔ اس میں نہانے سے تمہارا (دین) تو نہ دھل جائے گا۔ چنانچہ میں ان کے مشورہ کے مطابق ہردوار کو روانہ ہو گیا۔ ہمارے شہر کے برہمنوں نے وہاں کے جان پہچان والے برہمنوں کے نام چٹھیاں لکھ دیں۔ کہ کشن لعل آ رہا ہے۔ یہ دھرم سے برگشتہ ہے اسے سمجھاؤ۔ ہردوار جاتے ہوئے راستے میں میری مصاحبت لدھیانہ کے بعض ہندوؤں سے ہو گئی۔ وہ بھی ہردوار یاترا کے لئے جا رہے تھے۔ لکسر کے سٹیشن پر گاڑی بدلنا تھی۔ صبح کی نماز کا وقت تھا۔ ہماری گاڑی کے آنے میں تھوڑی دیر تھی۔ مجھ کو نماز پڑھنے کی فکر ہوئی۔ لیکن اپنے ہم سفروں کے سامنے جو مجھ کو ہندو خیال کرتے تھے میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ میں اپنا سامان ان کے سپرد کر کے خود اسٹیشن کے باہر چلا گیا۔ تا کہ نماز پڑھوں۔ پانی کی تلاش میں دور نکل گیا۔ ایک جگہ جوہڑ تھا۔ وہاں میں نے وضو کیا اور نماز نیت دی۔ اتنے میں گاڑی آ گئی میں شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا کروں۔ گاڑی تھوڑی دیر ٹھہرتی تھی۔ نماز ہلکی پڑھتے بھی دل ڈرتا تھا۔ کہ شاید گناہ کی بات نہ ہو۔ اور توڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرے پاس جس قدر نقدی تھی وہ اسباب کے ساتھ تھی۔ اس لئے فکر لاحق تھا کہ اگر گاڑی چھوٹ گئی اور میرے ساتھی اس میں سوار ہو کر ہردوار چلے گئے تو اس موقعہ پر جب کہ ہزاروں آدمی یاترا کے لئے وہاں آئے ہوئے ہیں ان کو کس طرح ڈھونڈوں گا۔ نماز ختم کر کے جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی چل پڑی۔ میں نے دوڑ کر چڑھنے کی کوشش کی۔ خدا کی قدرت! جس دروازہ کو میں لپک کر پکڑتا وہ نہ کھلتا۔ یکے بعد دیگرے گاڑی کے پانچ چھ ڈبے گذر گئے۔ مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی اچانک ایک دروازہ پر جو میں نے ہاتھ ڈالا تو وہ کھل گیا جونہی میں اندر گیا ایک کونے سے آوازیں اٹھیں ''وہ آ گیا کشن لعل وہ آ گیا۔ ادھر آؤ تمہارا انتظار کرتے تھے''۔ دیکھا تو میرے ہمسفر تھے جن کے پاس میرا اسباب تھا۔ میں نے خدا کا شکر کیا اگر میں رہ جاتا تو ان کا تلاش کرنا مشکل ہو جاتا۔ اور مجھ کو سفر میں خرچ نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑتی۔ یہ بات اگرچہ بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے مگر اس وقت خدا تعالیٰ کی اس تائید کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ آخر ہردوار پہنچ گئے۔

سب سے بڑی دقت مجھ کو وہاں نماز پڑھنے کے لئے اٹھانی پڑی۔ ہندوؤں کے سامنے میں نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔ میں تین چار کوس دور نکل جاتا۔ اور جوالا پور کے پاس جنگل میں چھپ کر نمازیں پڑھتا۔ ہردوار کی سیر کا مجھ کو خوب موقعہ مل گیا۔

اس دوران سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہو گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام تھے۔ دن اسی طرح گذر رہے تھے چھپ کر نمازیں پڑھتا تھا۔ اعلانیہ (احمدیت) کا اظہار نہ کیا تھا۔ دل میں سخت کڑھتا تھا لیکن کچھ کر نہ سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو مجھے اس حالت میں رکھنا منظور نہ تھا۔ایک دن شام کو جب میں دفتر سے گھر آنے لگا۔تو راستہ میں میری حالت سخت خراب ہوگئی اور مجھ میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی۔ بڑی مشکل سے گھر آیا۔اور چار پائی پر آ کر گر گیا۔میری والدہ سخت گھبرا گئیں بھائی کو بلایا انہوں نے نبض دیکھی اور فکر مند ہوئے۔ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے۔ میں نے بھی اپنی نبض دیکھنے کی کوشش کی۔مگر گھبراہٹ میں مجھے نبض نہ ملی اس وقت مجھ کو خیال آیا کہ میں دل سے (احمدی) ہوں۔لیکن میں نے اپنے (دین) کا اعلانیہ اظہار نہیں کیا۔اگر مر گیا تو ہندو مجھ کو جلا دیں گے۔ اور میری لاش (احمدیوں) کو نہ دیں گے۔خدا تعالیٰ کے حضور جا کر اس کوتاہی پر مجھ سے باز پرس ہوگی۔اس خیال سے میری طبیعت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔میرے دل میں تحریک ہوئی کہ میں اپنے مولیٰ کے حضور دعا کروں۔کہ مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں اپنے (احمدی) ہونے کا اعلان کردوں۔مسائل سے مجھ کو زیادہ واقفیت نہ تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ دعا صرف نماز میں ہی ہوسکتی ہے اور چونکہ میں نے کبھی کسی کو چار پائی پر نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا اس لئے میں اس وقت یہ خیال کرتا تھا کہ چار پائی پر نماز نہیں ہوسکتی۔ اتنی مجھ میں سکت نہ تھی۔کہ اٹھ سکتا۔بڑی مشکل سے میں نے اپنے آپ کو چار پائی سے نیچے گرایا اور زمین پر لیٹ کر نماز پڑھنی شروع کر دی کہ الٰہی! اگر میری موت ہی مقدر ہے تو مجھ کو اتنی مہلت دے کہ میں اپنے (احمدی) ہونے کا اعلان کردوں۔نماز میں ہی میری حالت سنبھلنے لگی۔

بھائی صاحب ڈاکٹر صاحب کو لینے گئے ہوئے تھے۔ڈاکٹر صاحب کے آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔جب میں نماز سے فارغ ہوا۔تو میرے بھائی صاحب ڈاکٹر بابو تانی رام کو ہمراہ لے کر آئے تانی رام باقاعدہ ڈاکٹر نہ تھے۔ ایک قسم کے کمپاؤنڈر تھے۔لیکن قصبہ میں مشہور اور شہرت یافتہ تھے اور ہمارے قصبہ میں پریکٹس کرتے تھے۔انہوں نے ملاحظہ کر کے بتلایا کہ ان کو بند ہیضہ ہوگیا ہے واللہ اعلم کیا مرض تھا۔اور تسلی دی کہ اب فکر کرنے کی بات نہیں ہے حالت اچھی ہو رہی ہے۔غرض وہ تو یہ کہہ کر چلے گئے۔ادھر خدا تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا کہ لحظہ بہ لحظہ رو بصحت ہونے لگا۔دو چار روز میں کمزوری جاتی رہی۔ اور میں بالکل تندرست ہوگیا دراصل میرے مولا کریم کو پسند نہ تھا کہ میں (احمدیت) کو دل سے قبول کر کے پھر اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے چھپا رہتا۔اس نے اس موقعہ پر میری دستگیری فرمائی۔ اور ایک ٹھوکر لگا کر میری آنکھیں کھول دیں۔اور مجھ کو مجبور کیا کہ میں اعلانیہ (احمدی) بنوں غیر مسلم ریاست تھی۔ان دنوں وہاں مذہبی آزادی نہ تھی۔ پھر بال بچے دار بھی ہو گیا تھا۔بیوی ساتھ نہ دیتی تھی۔ ملازمت سے برطرف ہونے اور جدی جائیداد سے محروم ہونے کا خوف بھی دامنگیر تھا۔ جب اس بارہ میں سوچتا تو سب موانع بھیانک شکل بنا کر میرے سامنے آتے۔ دماغ کہتا اپنے انجام کو سوچ لاوارثوں کی طرح کہاں مارا مارا پھریگا۔ اور مجھ کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا۔مگر میں خدا تعالیٰ سے عہد کر چکا تھا کہ اب میں (احمدیت) کا اعلان ضرور کروں گا۔ میں جانتا تھا کہ زندگی ختم تھی۔ یہ مہلت مانگ کر لی ہوئی ہے۔اب غفلت کی اور بدعہدی ہوئی تو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوگی۔چنانچہ میں نے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔

(رفقاء احمد جلد 10 ص 47 تا 60)

روزنامہ الفضل ربوہ 29 جنوری 2003

☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر 37

رہیں کیونکہ اس کے بغیر نہ ہم دیر تک عزت کے ساتھ دنیا میں زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ ہی جماعتی زندگی اور جماعت کا مستقبل محفوظ اور مضبوط ہوسکتا ہے۔یہ وہ لمحہ فکریہ ہے جس کی طرف نہایت درد اور کرب کے ساتھ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہماری توجہ مبذول کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

''وہ لوگ جو آج نمازی ہیں جب تک ان کی اولادیں نمازی نہ بن جائیں۔ جب تک ان کی آئندہ نسلیں ان کی آنکھوں کے سامنے نماز پر قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک احمدیت کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی ، اس وقت تک احمدیت کے مستقبل کے متعلق خوش آئندہ امنگیں رکھنے کا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔اس لئے بالعموم ہر فرد بشر ہر احمدی بالغ سے خواہ مرد ہو یا عورت ہو میں بڑے عجز کے ساتھ یہ استدعا کرتا ہوں کہ اپنے گھروں میں اپنی آئندہ نسلوں کی نمازوں کی حالت پر غور کریں، ان کا جائزہ لیں، ان سے پوچھیں اور روز پوچھا کریں کہ وہ کتنی نمازیں پڑھتے ہیں یہ بھی معلوم کریں کہ وہ جو کچھ نماز میں پڑھتے ہیں اس کا مطلب بھی ان کو آتا ہے یا نہیں اور اگر مطلب آتا ہے تو غور سے پڑھتے ہیں یا اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ جتنی جلدی یہ بوجھ گلے سے اتار پھینکا جا سکے اتنی جلدی نماز سے فارغ ہو کر دنیا طلبی کے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔''

(خطبہ جمعہ 22/جولائی 1988ء مطبوعہ الفضل 27/دسمبر 1988ء)

☆☆☆☆☆

قیام نماز اور ہماری ذمہ داری

مکرم نذیر احمد صاحب خادم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

اور میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ عبادت انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی پہلی ہی سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے یہ اقرار اور اظہار کروایا ہے کہ اے ہمارے رب!

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔''

نماز وہ واحد عبادت ہے جو دن میں پانچ بار مقرر کی گئی ہے اور دن بھر کی پانچوں نمازوں کو مقررہ اوقات پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر 104 میں حکم ربانی ہے کہ:۔

نماز مومنوں پر یقیناً ایک مؤقت فرض ہے۔ الغرض اول تا آخر سارے قرآن میں کثرت کے ساتھ اور بار بار نماز قائم کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات میں نماز کی تلقین و تاکید اس کے ثمرات و برکات اور دیگر مسائل کا نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جن پانچ ارکان پر دین کی بنیاد قائم کی گئی ہے ان میں سے ایک نماز کا قیام ہے اور خاص طور پر نماز کو دین کا وہ ستون قرار دیا گیا ہے کہ اگر یہ قائم رہا تو دین کی باقی عمارت بھی قائم رہی اور اگر یہ گر گیا تو باقی عمارت بھی گر گئی یہی وجہ ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

''بندے اور کفر کے درمیان صرف نماز کا ترک کرنا (حد فاصل) ہے۔ اور نماز کی اسی عظیم الشان اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے روز حقوق اللہ میں سے۔ سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پر اتنا زور دیا کہ تاکید فرمائی کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہوں اور ان کو نماز نہ پڑھنے پر سزا دو جب کہ انکی عمر دس سال کی ہو جائے۔

(ابوداؤد)

بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ایک نہایت اہم حکم ہے جس کی تعمیل قومی اور جماعتی ترقی کی ضامن ہے اور جس کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں جماعت کا مستقبل غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں پوری توجہ اور مسلسل محنت، لگاتار یاددہانی اور دعاؤں سے کام لے کر اپنی اور اپنی آئندہ نسل کی نمازوں کی حفاظت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں اور صالح بندوں نے ہمیشہ نیک، خدا پرست اور صالح اولاد ہی کی خواہش اور دعا کی ہے۔ نیک اور عبادت گزار اولاد ماں باپ کے نام کو عزت کے ساتھ قائم رکھنے والی بھی ہوتی ہے اور ایسی اولاد کی دعاؤں سے مرنے کے بعد بھی انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے سب عمل ختم ہو جاتے ہیں بجز تین کاموں کے (1) صدقہ جاریہ (2) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (3) نیک اولاد جو اس (متوفی ماں باپ) کے لئے دعا کرتی ہے۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے والدین پر دوہری ذمہ داری عائد فرمائی ہے اور انہیں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی اصلاح کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے اور امت کو بھی اس کا پابند فرماتا ہے کہ:۔

اور تو اپنے اہل کو نماز کی تاکید کرتا رہ اور تو خود بھی اس (نماز) پر قائم رہ۔

''اے ایماندارو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بھی آگ سے بچاؤ۔'' اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ زور دے کر اور وضاحت کے ساتھ یہ تاکید فرمائی ہے کہ:۔

خبردار ہو کر سن لو۔ تم میں سے ہر ایک شخص اپنی جگہ حاکم اور نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ پس وہ امیر جو لوگوں پر افسر مقرر ہے وہ ان کا حاکم۔ وہ اپنی نگرانی کے متعلق جوابدہ ہوگا اور ہر مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا اور ہر عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اور وہ ان کے متعلق پوچھی جائے گی اور غلام بھی اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور وہ اس کے متعلق جوابدہ ہوگا۔ خبردار تم سب اپنی اپنی جگہ حاکم ہو اور تم سب اپنی اپنی رعیت کے متعلق پوچھے جاؤ گے۔'' (بخاری)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا غیر مطبوعہ کلام

(ماخوذ از ایم۔ٹی۔اے)

اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
اے قوت جان اے دلِ حزیں کے سہارے
اے شان جہاں نور زماں خالقِ باری
ہر نعمتِ کونین تیرے نام پہ واری
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
یارا نہیں پاتی ہے زباں شکر و ثنا کا
احسان سے بندوں کو دیا اذن دعا کا
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
کیا کرتے جو حاصل یہ وسیلہ بھی نہ ہوتا
یہ آپ سے دو باتوں کا حیلہ بھی نہ ہوتا
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
تسکین دل و راحت جان مل ہی نہ سکتی
آلام زمانہ سے اماں مل ہی نہ سکتی
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
پرواہ نہیں باقی نہ ہو بیشک کوئی چارا
کافی ہے تیرے دامن رحمت کا سہارا
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
مایوس کبھی تیرے سوالی نہیں پھرتے
بندے تیری درگاہ سے خالی نہیں پھرتے
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
مالک ہے جو تو چاہے تو مردوں کو جلا دے
اے قادرِ مطلق میرے پیاروں کو شفا دے
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
تقدیر یہی ہے تو یہ تقدیر بدل دے
تو مالک تحریر ہے تحریر بدل دے
اے محسن و محبوب خدا اے میرے پیارے
اے قوت جاں اے دلِ حزیں کے سہارے

اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں کا نمونہ بھی اس بارے میں قرآن کریم نے ہمارے لئے محفوظ فرمایا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کرتا رہتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ وجود تھا۔ (مریم) اسی طرح ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی اولاد کو نمازی بنانے اور عبادت الٰہی پر کاربند رکھنے کے لئے اپنے رب کے حضور عاجزانہ التجائیں اور پرسوز دعائیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے معزز گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی لا بسایا ہے۔ اے میرے رب! (میں نے ایسا اس لئے کیا ہے) تا وہ عمدگی سے نماز ادا کریں.......... (اے) میرے رب مجھے اور میری اولاد (میں سے ہر ایک) کو عمدگی سے نماز ادا کرنے والا بنا (اے) ہمارے رب (ہم پر فضل کر) اور میری دعا قبول فرما۔''

(سورۃ ابراہیم 41:38)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ'' وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد ہفتم ص652)

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری کو ادا کرنے اور اپنی زندگیوں میں ہی اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک پانے، دین دار اور متقی اولاد کا امام بننے اور اس دنیا سے اطمینان قلب کی حالت میں رخصت ہونے کا یہی ذریعہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ہمیشہ نماز ادا کرنے کی تلقین کرتے

باقی صفحہ 35 پر

ڈیپریشن اور ٹینشن (Depression & Tension) کا ازالہ

قناعت، جذبہ شکر، صدقہ وخیرات، پرسوز دعاء

مکرم میاں عبدالقیوم صاحب ایم۔اے

گزشتہ صدیوں میں سائنس کی حیرت انگیز ایجادات نے انسانی زندگی کو بہت آرام دہ بنادیا ہے۔ اس کے ساتھ صنعتی انقلاب کی وجہ سے ان سائنسی ایجادات اور عیش وعشرت کے سامانوں کا حصول بھی بہت آسان ہوگیا۔طرفہ یہ کہ کارل مارکس نے محض جسمانی آرام و آسائش کا حصول ہی اس زندگی کا مقصد وحید قرار دیا ہے تو الفریڈ فرائڈ نے مادی وجنسی لذات کو زندگی کا بنیادی محور قرار دیا ہے۔اس طرح دنیا میں اخلاقی انقلاب عظیم برپا ہوا۔ان فلسفیانہ نظریات کے نتیجہ میں مغربی اقوام میں زندگی کا مقصد وحید ہی مادی لذات کا حصول بن گیا۔لیکن ہم حیرت سے دیکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ہی ان عیش وعشرت کے سامانوں کی طرف اور سفلی لذات کی ہر طرح کی آزادی کے باوجود یہ حقیقت ابھر کر سامنے آئی کہ جو اصل مقصود تھا یعنی ذہنی اور قلبی سکون ۔ وہ تو معاشرہ میں کم سے کم ہوتا جارہا ہے۔صدیوں پرانی مستحکم روایات اور اخلاقی اصول جن میں اصل اور بنیادی اہمیت انسان کو دی گئی تھی وہ قصہ پارینہ بننے شروع ہو گئے ۔ اطمینان قلب اور ذہنی سکون کی جگہ افسردگی ، مایوسی اور ذہنی تناؤ نے لے لی۔ یہ عجیب تماشا اور عبرت کی جگہ ہے کہ وہ سامان جو انسان کے آرام و سکون کے لئے وضع اور جمع کئے گئے تھے۔ آہستہ آہستہ وہی انسان کے سکون کی دولت کو لوٹنے کا موجب بن گئے اور انسان پہلے سے بھی زیادہ دکھی ہو گیا۔مزید بدقسمتی یہ ہے کہ جن اقوام میں سامان تعیش کی فراوانی اور اخلاقی پابندیاں ٹوٹ چکی ہیں انہیں افسردگی اور ذہنی تناؤ بھی زیادہ ہے۔ان بیماریوں کے علاج پر اربوں ڈالر خرچ کئے جا رہے ہیں لیکن ان ذہنی بیماریوں کا سیلاب ایسا زور دار ہے کہ ہزار کوششوں کے باوجود رکنے میں نہیں آ رہا۔

اب جہاں تک ظاہری بیماری کے علاج کا تعلق ہے تو خدا نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے تاہم ظاہری علاج کے ساتھ خالق حقیقی نے روحانی علاج بھی رکھے ہیں جو اپنی افادیت میں کسی طور سے کم نہیں۔سو اس مضمون میں قرآنی روحانی علاج کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔یہ اصولاً دو قسم پر ہیں۔ایک قناعت، شکر الٰہی اور صدقہ وخیرات دوسرا پرسوز دعا یعنی آنکھ کا پانی۔

قناعت۔شکر الٰہی

یہ دنیا ایسی رزم گاہ ہے جہاں ہر چیز بہتر سے بہتر مل سکتی ہے اور کسی مقام پر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں۔دنیا کے کسی مکان کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں۔کسی کام کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکا کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں۔یہی حال دنیا کی دوسری چیزوں کا ہے۔دوسری طرف انسانی فطرت بہترین کی تلاش میں ہے اب یہ دو حقیقتیں متوازی چل رہی ہیں۔ایک یہ کہ کسی دنیوی نعمت کو آخری نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ بہتر سے بہتر معرض وجود میں آتی جارہی ہے۔دوسری یہ کہ انسانی فطرت بہترین کی متلاشی ہے۔اس نے اگر انسانی خواہشات کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو وہ ایک نہ بجھنے والی آگ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔بنابریں عقل ہی راہ نمائی کرتی ہے کہ جو حاصل ہے اس پر قناعت اختیار کی جائے اور جو حاصل نہیں نہ اس کی طرف دیکھا جائے اور نہ اس کی شدید خواہش کی جائے۔قناعت اپنی ذات میں اتنی بڑی دولت ہے کہ جس کی قیمت کا کوئی حد وشمار نہیں۔اس سے کم یہ تو ضرور ہوگا کہ وہ آگ جو ہر وقت مصل من مزید کی صورت میں قلب انسانی پر مستولی رہتی ہے وہ بجھی رہے گی نتیجۃً انسان سکون میں رہے گا۔

دوسرا پہلو قناعت کا یہ ہے کہ جب انسان خدا کی عطا کردہ نعماء پر قانع ہوجائے گا تو ویسی نعماء کو وہ سنبھال کر رکھے گا۔انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہی اسے اچھی لگنی شروع ہوجائے گی۔تب اس کے دل میں مزید شکر بھی پیدا ہوگا اور شکر میں یہ خاصیت چھپی ہوئی ہے کہ وہ محسن اور معطی کے لئے جذبات محبت پیدا کر دیتا ہے اس لئے خدا کا یہ وعدہ ہے کہ وہ شکر کرنے والے اور اس سے محبت کرنے والی کی نعماء میں برکت ڈالے گا اور اسے بڑھاتا چلا جائے گا یہ خدائی وعدہ یقینی اور قطعی ہے۔

جب کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے و اذ تاذن ربکم لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراھیم:8) جب تمہارے رب نے یہ اعلان کیا کہ اے بنی آدم اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بھی سخت ہوگا۔ اس آیت میں دو فرمان جاری کئے گئے ہیں۔ ایک جو بھی تمہارے پاس کسی قسم کے نعماء الٰہی ہیں۔ مثلاً صحت، والدین کا وجود، بیوی بچوں کا وجود دیگر عزیزوں رشتہ داروں کا وجود، علم، مال لباس، گھر، گھر کا سامان، کھانا پینا وغیرہ۔ اگر تم ان پر خدا کا شکر ادا کرو گے تو میں ضرور انہیں بڑھاتا چلا جاؤں گا۔ انہیں بہتر سے بہتر کرتا جاؤں گا۔ ان میں برکت رکھ دوں گا۔ ان سے تمہیں خوشی اور سکون ملے گا اور اگر ان پر ناشکری کرو گے۔ خدا اور اپنی قسمت و تقدیر کو کوستے رہو گے۔ تب میں ان سے برکت اٹھا لوں گا۔ تمہیں ان سے راحت اور سکون نہ ملے گا۔ بروقت تمہارے اندر ایک آگ سلگتی رہے گی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہر مذہب و ملت گواہ ہے۔ یہ ایک ازلی ابدی قانون خداوندی ہے۔ اس میں ہم کہیں بھی تبدیلی نہ پائیں گے کیونکہ یہ اس خدا کا جاری کردہ ہے۔ جس کے قبضہ میں زمین و آسمان کے تمام خزانے ہیں۔ بدقسمت انسان قانون کو چھوڑ کر محض اپنی طاقتوں پر بھروسہ کرتا ہے۔ دوسروں کے سامان اور خوشیاں دیکھ کر حسد کرتا ہے اور ہر جائز و ناجائز طریق سے انہیں حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن جب کامیاب نہیں ہوتا تب حسرت اور یاس والم کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور یہی اس دنیا کا جہنم ہے جسے وہ خود پیدا کرتا ہے۔

پھر شکر الٰہی میں خاصیت یہ بھی ہے کہ اس سے دل میں خود بخود محبت الٰہی کی نورانی چنگاری سلگنے لگتی ہے اور انسان دیکھتے ہی دیکھتے خدا کا قرب حاصل کرتا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے شاکر بندوں کا بہت شفقت سے یوں ذکر فرماتا ہے:

"ان ابرھیم کان امة قانتا للّٰہ حنیفا. ولم یک من المشرکین O شاکرا لانعمه اجتبه وھدله الی صراط مستقیم O واتینه فی الدنیا حسنة وانه فی الاخرة لمن الصلحین O"
(النحل:121-123)

(ترجمہ) یقیناً ابراہیم اپنی اکیلی ذات میں ہی ایک عالم تھا جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور اس کی طرف جھکا رہتا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا وہ تو اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ہر وقت شکر کرنے والا تھا۔ اسی لئے خدا نے اسے چن لیا برگزیدہ کیا اسے سیدھی راہ پر چلایا۔ ہم نے اسے اسی دنیا میں حسنات سے نوازا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں شمار ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اعملوا ال داؤد شکرا. وقلیل من عبادی الشکور O" (سباء :14)

ہم نے کہا اے آل داؤد وہ اعمال بجالاؤ جن سے خدا کے شکر کا اظہار ہوتا۔ اور میرے بندوں میں بہت کم ہیں جو میرے شکر گزار ہیں۔ اس حصہ آیت میں دو امور بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے خاندان کو خاص طور پر شکر کرنے اور ایسے اعمال بجالانے کا حکم دیا جن سے شکر الٰہی ظاہر ہوتا ہو۔ دوسرا یہ کہ و قلیل من عبادی الشکور۔ اس حصہ آیت میں اللہ تعالیٰ افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ میرے بندوں میں بہت تھوڑے شکر گزار بنتے ہیں۔ یہاں لفظ "عباد" استعمال نہیں ہوا بلکہ "عبادی" یعنی میرے بندے کا کیا گیا ہے۔ اس میں اسی بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ غیروں کو تو چھوڑ دو وہ لوگ جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرتے میرے احکام پر عمل کرتے اور میری عبادت کرتے ہیں ان میں بھی میرے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں اور بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں خدائی انعامات اور افضال کا کثرت سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سورہ رحمٰن میں یہ مشہور آیت ہے فبای الاء ربکما تکذبن O کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی ناشکری کرتے چلے جاؤ گے وہ تو لاانتہاء ہیں اور مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کا شکر ادا کرے جس کے نتیجہ میں وہ اس دنیا میں حسنہ حاصل کر سکے اور نفرت میں بھی حسنات کا وارث بن سکے پر وائے افسوس، بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔

صدقہ وخیرات

یہاں آل داؤد کو ایسے اعمال بجالانے کا ارشاد ہوا ہے جو شکر الٰہی پر دال ہوں۔ یہ ایک علمی مضمون ہے۔ مختصراً یہ کہ خدا کے شکر کے اظہار میں صدقہ وخیرات کرو۔ غریبوں اور مسکینوں کے کام آؤ۔ یتیموں اور بیواؤں کی پناہ گاہ بنو۔ جو بھی خدا نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خدا کی مخلوق پر خرچ کرو۔ اگر علم ہے تو علم دو۔ دولت ہے تو دولت دو جسمانی طاقتیں ہیں تو ان سے دوسروں کی مدد کرو۔ اور اگر کچھ بھی نہیں کر سکتے تو بستر پر لیٹے لیٹے ذکر الٰہی کے ساتھ خدا کی مخلوق کے لئے دعائیں کرو۔ سب کی بھلائی چاہو۔ خدا کے ہاں مقدار سے فیصلے نہیں ہوتے بلکہ کیفیت اور نیت کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔ تمام مذاہب، انبیاء وصلحاء کا یہ تجربہ ہے کہ خدا کے شکر کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی کمی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ زیادتی ہوتی ہے اور دلی سکون کی نعمت اس سے زائد ہے۔ اس لئے جس نے اپنی حسنات کو بڑھانا ہے اور سکون حاصل کرنا ہے اس کے لئے یہ بہت آزمودہ نسخہ ہے۔

"اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما"

پرسوز دعا (آنکھ کا پانی)

افسردگی، مایوسی اور ذہنی تناؤ سے نجات پانے کا ایک ذریعہ آنکھ کا پانی ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ غم کے

وقت آنسو بہالینا غم کی شدت کو کم کر دیتا ہے۔ جو لوگ غموں اور مصیبتوں پر بالکل نہیں روتے اور غم کو اپنے اندر دبا لیتے ہیں وہ قانون فطرت کے خلاف کرتے ہیں جلد یا بدیر کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی کے بالمقابل جو آنسو بہا لیتے ہیں وہ بیماریوں سے مقابلتاً محفوظ رہتے ہیں بلکہ تازہ دم ہو کر زندگی کی دوڑ میں پھر سے شامل ہو جاتے ہیں۔ مشہور فلسفی ارسطو نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ یہ ایک ہمہ گیر فطرتی عمل ہے یہ تو ظاہری طور پر رونے کا نظام ہے۔ لیکن افسردگی، مایوسی اور ذہنی تناؤ اور اضطرابی کیفیت کے لئے تو آنکھ کو اس پانی کی بہت سخت ضرورت ہے جو سجدہ میں جا کر خدا کے حضور بہایا جائے یہ پانی تریاقی صفات کا حاصل ایسا زندگی بخش ہے کہ دنیا میں کوئی پانی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ حقیقی سکون اور اطمینان قلب عطا کرتا ہے۔ مزید براں یہ پانی ایک بندہ کو اپنے معبود سے نزدیک کر دیتا ہے۔ کیا ہم دیکھتے نہیں۔ جب ایک بچہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو کر اپنی والدہ کی گود میں جا کر روتا اور اس کے آنسو اس کے رخسار پر بہتے ہیں تو ماں بے تاب ہو کر کس محبت اور شفقت سے اسے اپنے سینہ سے لگا لیتی ہے اور اسے بار بار پیار کرتی ہے۔ اسی قسم کا حال ہمارے رب کا ہے۔ جب ایک بندہ مضطر ہو کر اس کے آگے گر جاتا ہے اور اس کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں تو رحمت ایزدی اس ماں کی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے بندہ کو اپنی گود میں بٹھا لیتی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی مدنظر رہے کہ اگر کوئی بچہ اپنی تکلیف لے کر کسی اور عورت کے پاس چلا جائے تو اس کی حقیقی ماں کس درجہ غصہ کرتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی انسان اپنے غم، افسردگی، مایوسی اور تناؤ میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور جگہ پر سکون تلاش کرے تو خدا کو کتنا برا لگے گا یہ بھی تو شرک ہے جو بخشا نہیں جاتا۔

قرآن مجید اسی لئے بار بار خشیت پر زور دیتا ہے اسے روحانی زندگی کا پہلا قدم اور اس عمارت کی بنیادی اینٹ قرار دیتا ہے پھر بعد کی ساری روحانی زندگی کے لئے ایک جاری چشمہ قرار دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

"قد افلح المومنون0الذین ھم فی صلاتھم خشعون0،، (مومنون: 2-3)

کہ وہ مومن دکھوں اور تکلیفوں سے نجات پا گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں اور رقت اور گدازش سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اس الٰہی ارشاد کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ حد درجہ خشوع و خضوع اختیار کرتے تھے۔ آنحضور ؐ کی حالت خشیت اور آہ و بکا کا سب کو علم ہے ہر درد اور ہر غم کے وقت حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ حضور کا اپنا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہو رہا تھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک قبر پر تشریف فرما تھے جو تیار کی جا رہی تھی جس میں ایک انسان کو دفن کیا جانا تھا کہ آنحضور ؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ریش مبارک کو تر کر کے وہ مقدس آنسو زمین پر گرنے لگ گئے۔ اس قسم کے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ انہیں مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم موقعہ کی مناسبت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سید الکونین کی ایک دعا نقل کی جاتی ہے کس طرح سید ولد آدم سید الاولین والآخرین خاتم النبیین ؐ اور خدائے خالق ارض و سماء کی بہترین تخلیق اپنے رب کے حضور گرتی، گریہ کرتی اور آنسو بہاتی ہے۔ آنحضور ؐ عرض کرتے ہیں:

"اللھم انک تسمع کلامی و تری مکانی وتعلم سری و علانیتی لایخفی علیک شیء من امری و انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الولجل المشفق المقر المعترف بذنبہ اسالک مسئلۃ المسکین، و ابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل و ادعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبتہ و فاضت لک عبرتہ و ذل لک جسمہ ورغم لک انفہ، اللھم لاتجعلنی بدعائک شقیا وکن بی رووفا رحیما یا خیر المسئولین و یا خیر المعصئین."

(مجمع الزوائد ھیشمی وطبرانی بحوالہ مناجات تسول ؐ صفحہ 65-66 مرتبہ حافظ مظفر احمد)

ترجمہ۔ اے اللہ تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ میں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہا اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس (چلا آیا) ہوں میں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہ گار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرما! اے وہ جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے میری دعا قبول کر لینا۔

آئیں ہم بھی اسی اسوۂ رسول ؐ کو اختیار کریں۔
''آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اس کا علاج''

☆☆☆☆☆